- انسان بننے کی فکر کریں
- حقوق العباد کے معاملے میں اللہ سے ڈرو
- یہ دنیا بے حقیقت ہے
- وساوس اور خیالات کی حقیقت
- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت
- بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب اور مہر کے مسائل
- سنت کو زندہ کیجئے
- انعاماتِ رمضان پر شکر
- ظلم کی مختلف صورتیں
- حقیقی مسکین کون؟
- سب سے افضل عمل کونسا ہے؟
- مدارسِ دینیہ کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

اصلاحی خطبات

جلد ۲۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطبات : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

اشاعت اول : ۲۰۱۶ء

جلد : ۲۳

باہتمام : شیخ محمد مشہود الحق کلیانوی

ناشر : میمن اسلامک پبلشرز

لیث آوٹ سیٹنگ : عبدالماجد پراچہ

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر: 13575

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، کراچی: 0313-9205497
- مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم، کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- مکتبۃ العلوم، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، اُردو بازار، کراچی ۱۴
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، نزد جامعہ فاروقیہ، کراچی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ بیت السلام، ڈیفنس کراچی
- بیت القرآن، چھوٹی گھٹی حیدرآباد
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، اُردو بازار، لاہور
- ادارۂ اسلامیات، لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- دارالاخلاص، پشاور
- مکتبہ احیاء العلوم، کرک
- مکتبہ رشیدیہ، اکوڑہ خٹک
- مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک
- مکتبہ فاروقیہ منگورا سوات
- کتب خانہ تبلیغ حیدرآباد

سعودیہ عرب، کینڈا، امریکہ، افریقہ، انڈیا اور دیگر ممالک میں منگوانے کیلئے:

memonip@hotmial.com

پیش لفظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ

اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ!

اپنے بعض بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں احقر کئی سال سے جمعہ کے روز عصر کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں اپنے اور سننے والوں کے فائدے کے لئے کچھ دین کی باتیں کیا کرتا ہے۔ اس مجلس میں ہر طبقہ خیال کے حضرات اور خواتین شریک ہوتے ہیں، الحمد للہ احقر کو ذاتی طور پر بھی اس کا فائدہ ہوتا ہے، اور بفضلہ تعالیٰ سامعین بھی فائدہ محسوس کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

احقر کے معاون خصوصی مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے کچھ عرصے سے احقر کے ان بیانات کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر کے ان کے کیسٹ تیار کرنے اور ان کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جس کے بارے میں دوستوں سے معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ ان سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

ان کیسٹوں کی تعداد اب غالباً سو سے زائد ہوگئی ہے۔ انہی میں سے کچھ کیسٹوں کی تقاریر مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے قلمبند بھی فرمالیں، اور ان کو چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں شائع کیا۔ اب وہ ان تقاریر کا ایک مجموعہ

"اصلاحی خطبات" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

ان میں سے بیشتر تقاریر پر احقر نے نظر ثانی بھی کی ہے۔ اور مولانا موصوف نے ان پر ایک مفید کام یہ بھی کیا ہے کہ تقاریر میں جو احادیث آئی ہیں، ان کی تخریج کر کے ان کے حوالے بھی درج کر دیئے ہیں۔ اور اس طرح ان کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ تقریروں کی تلخیص ہے جو کیسٹوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے، تو وہ یقیناً احقر کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ لیکن الحمدللہ، ان بیانات کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم ، نہ بہ نقش بستہ مشوشم

نفسے بیادتومی زنم ، چہ عبارت وچہ معانیم

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان خطبات کو خود احقر کی اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، اور یہ ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے مزید دعا ہے کہ وہ ان خطبات کے مرتب اور ناشر کو بھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

محمد تقی عثمانی

عرضِ مرتب

(اصلاحی خطبات طبع جدید)

الحمدللہ، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے خطبات کی ریکارڈنگ کرنے اوران کو ضبط تحریر میں لانے کا سلسلہ ۳/مئی ۱۹۹۱ء کو، آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے حضرت والا مدظلہم کی باقاعدہ اجازت سے شروع کیا تھا، جو تا حال جاری ہے، اور حضرت والا مدظلہم کے وہ الفاظ جو فضا کی ہواؤں میں تحلیل ہو چکے تھے، ان کو محفوظ کر کے قرطاس پر منتقل کیا، یہ عمل کتنا محنت طلب اور کتنی پابندی اور کتنا طویل وقت چاہتا ہے، اس کا اندازہ صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو اس میدان کارزار سے گزرا ہو، ورنہ موجودہ دور کے سہل پسند حضرات نے یہ طریقہ بھی اختیار کر لیا ہے کہ دوسروں کی محنت اور کاوش کو جدید انداز میں نام بدل کر بازار میں پھیلا رہے ہیں، چنانچہ آج بازار میں آپ کو بہت سی ایسی کتابیں نظر آئیں گی جن کے اندر وہی مضامین انہی عنوانات سے شائع کئے جا رہے ہیں جو گزشتہ کئی سالوں سے دوسرے ناموں سے شائع ہو چکے ہیں، اور سالہا سال سے لوگ ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔

بہرحال! ان خطبات کا پہلا مجموعہ ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے اب تک بائیس جلدوں میں منظر عام پر آچکا ہے، اور اب یہ مجموعہ 'جدید کمپوزنگ اور جدید طباعت' کے ساتھ قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

نیز حضرت والا مدظلہم کے وہ خطبات جو جامع مسجد بیت المکرم میں جمعہ کی نماز سے پہلے بیان فرمائے گئے ہیں جو کہ پارہ عم کی چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر اور تشریح پر مشتمل ہیں، ان کا مجموعہ ''خطبات عثمانی'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے، اور اس کی ۶ جلدیں الحمدللہ شائع ہوچکی ہیں، مزید جلدوں پر کام جاری ہے۔

اور حضرت والا مدظلہم کے وہ خطبات جو آپ نے جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال میں بیان فرمائے تھے، ان میں بے شمار خطبات وہ ہیں جن کو اب تک ''اصلاحی خطبات'' میں شامل نہیں کیا جا سکا۔ وہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ منظر عام پر آنے والے ہیں قارئین سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں کو آسانی کے ساتھ پایہ تکمیل پر پہنچائے، اور حضرت والا مدظلہم کے لیے اور احقر کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

والسلام

محمد عبداللہ میمن

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

اجمالی فہرست

اصلاحی خطبات جلد ⑬

تفصیلی فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۰۲	غیر اختیاری وسوسوں پر مؤاخذہ نہیں
۱۰۳	وسوسے آنا ایمان کی علامت ہے
۱۰۳	شیطان ایمان والے کے پاس آتا ہے
۱۰۴	شیطان سرگوشی کرتا ہے
۱۰۴	گناہ کا عزم کرنے پر مؤاخذہ ہوگا
۱۰۶	گناہ کا خیال آنے پر مؤاخذہ نہیں
۱۰۶	نماز میں آنے والے خیالات
۱۰۷	نماز میں عبادت کا خیال لانا جائز ہے
۱۰۸	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ
۱۰۹	آیات قرآنی میں تدبر کا حکم
۱۰۹	یہ سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے
۱۱۰	ایک ریٹائرڈ شخص کی نماز
۱۱۱	ٹھیلہ لگانے والے کی نماز
۱۱۲	کس نماز میں روحانیت زیادہ ہے؟
۱۱۳	خیالات اور وساوس میں بھی حکمت ہے
۱۱۴	نیکی اور گناہ کے ارادے پر اجر وثواب
۱۱۵	خیالات کی بہترین مثال

عنوانات	صفحہ نمبر
(حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت)	۱۱۷
حدیث اور اس کا ترجمہ	۱۱۹
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے استقبال کیلئے کھڑا ہونا	۱۲۰
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کیلئے کھڑی ہو جاتیں	۱۲۱
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہنسنا اور رونا	۱۲۱
ان سے اس بات کی توقع نہیں تھی	۱۲۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء ہو جائیگا	۱۲۲
چپکے سے جو بات کہی جائے وہ راز ہوتی ہے	۱۲۳
مجلس کی باتیں راز ہوتی ہیں	۱۲۳
راز بتانا خیانت ہے	۱۲۴
اب وہ بات راز نہیں اب بتا دیتی ہوں	۱۲۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلق کی دلیل	۱۲۵
(انسان بننے کی فکر کریں)	۱۲۷
حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے	۱۳۰
حنظلہ تو منافق ہو گیا	۱۳۱
صحابہ رضی اللہ عنہم کیسے فکر مند لوگ تھے	۱۳۲
ان کا ٹھکانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار تھا	۱۳۳

عنوانات	صفحہ نمبر
تم کیسے منافق ہو گئے	۱۳۳
فرشتے بستروں پر آ کر تم سے مصافحہ کریں	۱۳۴
ہر وقت خلش اور کھٹک دل میں رہنی چاہیے	۱۳۴
اصل مقصود اعمال ہیں	۱۳۶
لوگ اس دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں	۱۳۶
انسان کے لئے انسان رہنا کمال کی بات ہے	۱۳۷
فرشتہ بننا کمال کی بات نہیں	۱۳۸
غلبہء حال کی کیفیت مقصود نہیں	۱۳۹
ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رہے	۱۴۰
مشاہدہ کا مطلب	۱۴۰
دل کی سوئی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو	۱۴۱
ہاتھ کام میں، اور دل اللہ کی یاد میں	۱۴۲
زبان سے ذکر پہلی سیڑھی ہے	۱۴۳
(سنت کو زندہ کیجئے)	۱۴۵
تمہید	۱۴۸
کوئی اچھا طریقہ جاری کرنا	۱۴۸
نیک بندوں کی دعا	۱۴۹

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵۰	ہمارے بیوی بچوں کو عبادت کی توفیق دیدیجئے
۱۵۰	ہم ایسے دھوکے میں آجاتے ہیں
۱۵۲	میں ایسے غلام کو آزاد کرتا ہوں
۱۵۳	مجھے متقیوں کا سربراہ بنادیجئے
۱۵۴	حضرت جریر رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت تھے
۱۵۶	چند فاقہ کش لوگوں کی حاضری
۱۵۷	ہر شخص صدقہ دے
۱۵۸	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے دمکنے لگا
۱۵۹	جو شخص اچھی سنت جاری کرے گا
۱۵۹	جو شخص برا طریقہ جاری کرے گا
۱۶۰	ہر قتل کا گناہ قابیل کو بھی ملے گا
۱۶۱	اس کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا
۱۶۱	ہم نیک اعمال کیسے کریں؟
۱۶۲	دنیا والوں کے طعنہ کی پرواہ مت کرو
۱۶۳	یہ طعنے تمہارے گلے کا زیور ہیں
۱۶۴	قیامت کے دن ایمان والے ہنسیں گے
۱۶۵	ان طعنوں کے سامنے ڈٹ جاؤ
۱۶۵	پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب

عنوانات	صفحہ نمبر
پچاس ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے برابر ثواب	۱۶۵
ان کو آخرت کی خوشیاں عطا فرما دے	۱۶۷
(انعاماتِ رمضان پر شکر)	**۱۶۹**
تمہید	۱۷۲
ہم سب بڑے خوش نصیب ہیں	۱۷۲
مایوسی کا کوئی راستہ نہیں	۱۷۳
عبادت کے قبول ہونے کی علامت	۱۷۴
ہم آپ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے	۱۷۴
توفیق پر شکر، غلطیوں پر استغفار	۱۷۵
چالیس مقامات قرب زیادہ عطا فرما رہے ہیں	۱۷۵
سجدہ کرو اور میرے پاس آ جاؤ	۱۷۶
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات	۱۷۷
اب تمہارا سجدہ کامل اور مکمل ہو گیا	۱۷۸
ان سب کی مغفرت کر کے واپس بھیجوں گا	۱۷۹
اپنی طرف دیکھو گے تو مایوسی ہو گی	۱۸۰
تقویٰ پیدا ہوا یا نہیں؟	۱۸۰
اس تقویٰ سے رمضان کے بعد کام لو	۱۸۱

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر
اگلی حدیث	۲۲۲
کیا میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے؟	۲۲۳
بندے کا حق شہادت سے معاف نہیں ہوگا	۲۲۴
مجھے اس شخص سے نفرت ہو جاتی ہے	۲۲۵
پہلے وہ معاملات اور معاشرت ٹھیک کرے	۲۲۶
ایک اور حدیث	۲۲۶
وہ آگ کا ٹکڑا ہے جو میں اس کو دے رہا ہوں	۲۲۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے باوجود حلال نہیں ہوگا	۲۲۸
یہ جیت بہت بڑی شکست ہے	۲۲۸
(حقیقی مسکین کون؟)	**۲۲۹**
حقیقی مسکین کون؟	۲۳۲
زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مسکین کو تلاش کرو	۲۳۲
زکوٰۃ نکالنی نہیں، ادا کرنی ہے	۲۳۳
حقیقی ضرورت مندوں کی فہرست بناؤ	۲۳۳
حاجت روائی کرنے والوں کو اجر و ثواب	۲۳۴
بہت بری دعوت ولیمہ	۲۳۵
دعوت میں غریبوں کو بھی شامل کریں	۲۳۶

عنوانات	صفحہ نمبر
کھانا پکانے والے کو ضرور کھلایا جائے	۲۳۷
ڈرائیور کو دعوت میں ضرور شامل کرو	۲۳۷
(سب سے افضل عمل کونسا ہے؟)	۲۳۹
کتاب ریاض الصالحین	۲۴۱
اس باب کی اہمیت	۲۴۲
ہر کام نیکی بن سکتا ہے	۲۴۲
ہر کام میں نیکی کا پہلو تلاش کرو	۲۴۳
مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف جوابات	۲۴۴
مختلف لوگوں کے لئے حکم مختلف ہوتا ہے	۲۴۴
شیخ کی ضرورت اور اس کی اہمیت	۲۴۵
اس شخص کو ذکر سے روک دیا	۲۴۵
مجلس میں ذکر نہ کرنا چاہئے	۲۴۶
ہر شخص کی اصلاح کا طریقہ علیحدہ ہے	۲۴۷
اپنی مرضی سے علاج تجویز مت کرو	۲۴۸
ایسا شخص موت کے دھانے پر ہے	۲۴۹
ہر شخص کو اس کے مناسب جواب دیا جارہا ہے	۲۴۹
ایمان اور جہاد افضل عمل کیوں؟	۲۵۰

عنوانات	صفحہ نمبر
کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟	۲۵۱
کسی مسلمان کی اس کے کام میں مدد کردو	۲۵۱
اپنے شر سے دوسروں کو بچاؤ	۲۵۲
جانوروں کی تین قسمیں	۲۵۳
تم گائے بھینس ہی بن جاؤ	۲۵۳
آدمی بننا ہوتو یہاں آجاؤ	۲۵۴
(مدارسِ دینیہ کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں)	**۲۵۵**
دینی مدارس کا تحفظ ہم سب پر فرض ہے	۲۵۷
ہمیں اپنے گریبان کی طرف جھانکنا چاہیے	۲۵۸
ہمارا مقصود خالص اللہ کی رضا ہو	۲۶۰
ہماری منزل مقصود ایک ہونی چاہیے خواہ طریقۂ کار مختلف ہو	۲۶۲
اللہ تعالیٰ وفاق المدارس کی چھتری کو قائم ودائم رکھے	۲۶۳

الحمد لله رب العالمين
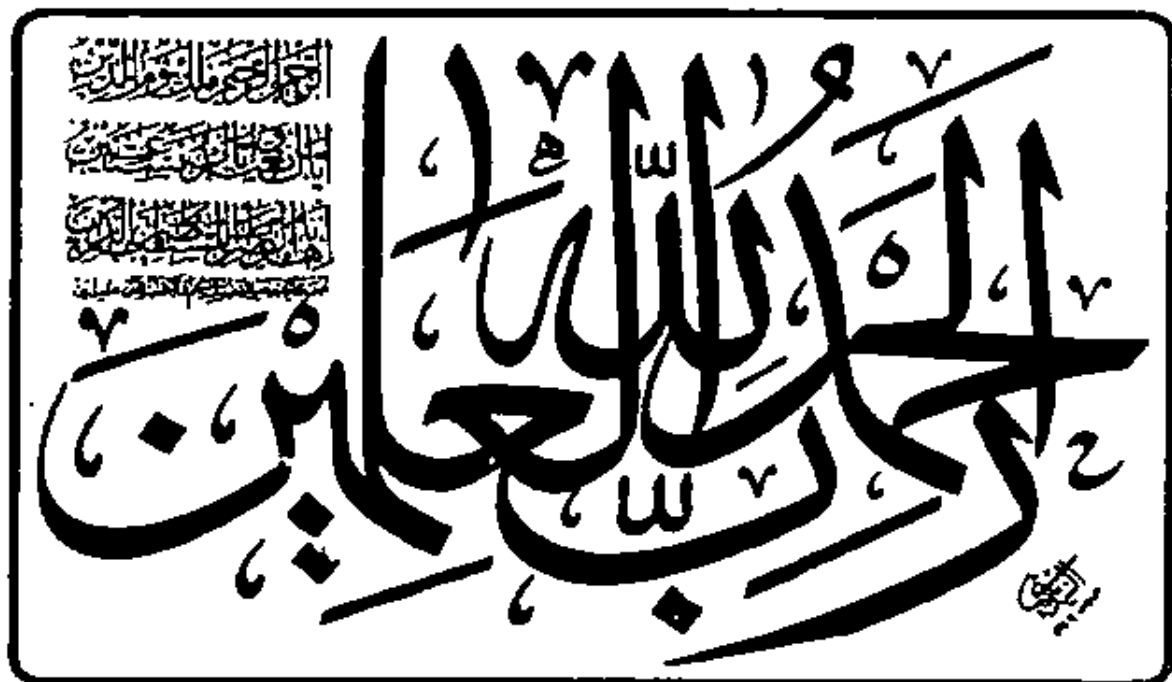
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب

اور

مہر کے مسائل

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۳/ جولائی ۱۹۹۲ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب
اور
مہر کے مسائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گزشتہ چند جمعوں سے میاں بیوی کے حقوق کا بیان چل رہا ہے، انہی حقوق کے سلسلے میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیا

باب قائم فرمایا ہے۔ "بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ" یعنی جو اپنے گھر والے ہیں، یعنی بیوی اور بچے، ان کو نفقہ ادا کرنے کی فضیلت اور اس کی تاکید، اس باب میں بیان کی گئی ہے، اس باب کی پہلی حدیث حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، وَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلٰى مِسْكِيْنٍ، وَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ عَلٰى اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْراً الَّذِيْ اَنْفَقْتَهُ عَلٰى اَهْلِكَ.

(مسلم شریف، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة علی العیال، حدیث نمبر ۹۹۵)

سب سے زیادہ اجر و ثواب والا دینار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار وہ ہے ــــــ "دینار" یہ اشرفی کی طرح ایک سونے کا سکہ ہوتا تھا ــــــ جو تم اللہ کے راستے میں صرف کرو، یعنی کہیں اگر جہاد ہو رہا ہے، اور آپ نے اس جہاد میں مدد کے لئے ایک دینار دیدیا ــــــ اور ایک دینار وہ ہے جو تم کسی غلام کو آزاد کرنے کے لئے خرچ کرتے ہو ــــــ یعنی ایک دینار میں تم نے ایک غلام خریدا، اور اس کو آزاد کر دیا، یہ آزاد کرنا بڑی فضیلت کا کام ہے ــــــ ایک دینار وہ ہے جو تم کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہو۔ ایک غریب آدمی ہے، آپ نے اس پر ایک دینار صدقہ کر دیا ــــــ ایک دینار وہ ہے جو تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو ــــــ یہ کل چار دینار ہو گئے ــــــ ایک دینار جہاد میں خرچ کیا جانے والا، ایک دینار غلام کو آزاد کرانے

والا ـــــ ایک دینار مسکین کو صدقہ کیا جانے والا، ایک دینار دینار گھر والوں کے نان نفقہ پر، ان کی ضروریات میں خرچ کیا جانے والا ـــــ

گھر کے اندر خرچ ہونے پر زیادہ ثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ان چار دیناروں میں سب سے زیادہ ثواب تمہیں اس دینار پر ملے گا جو تم نے اپنے گھر والوں پر صرف کیا ـــــ عام طور پر لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہوتا، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر کے باہر جو دینار صرف کیا اس پر ثواب ہے، اور گھر میں بیوی، بچوں پر جو پیسہ صرف کیا، اس پر ثواب نہیں ـــــ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ سب سے زیادہ فضیلت والا نفقہ اور خرچ وہ ہے جو اپنی بیوی بچوں پر کیا جائے۔ بشرطیکہ حدود کے اندر ہو، اسراف اور تبذیر نہ ہو، ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے صرف کیا جائے ـــــ دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیسا دین عطا فرمایا ہے، کہ جو کام اور جو خرچہ ہمیں کرنا ہی ہے اس کو ہمارے لئے باعث اجر و ثواب کر دیا ـــــ صرف زاویہ نگاہ کو بدل دیا۔

زاویہ نگاہ بدل ڈالو

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ: دین صرف زاویہ نگاہ کے بدلنے کا نام ہے، تمام کام وہی کرو گے جو تم پہلے کیا کرتے تھے، لیکن پہلے تم وہ کام کسی اور زاویہ سے کیا کرتے تھے، اب جب تم دین پر عمل کرنے کی طرف آ گئے تو اب کسی اور زاویہ نگاہ سے کرو ـــــ صرف

زاویہ کو بدل دو تو وہی دنیا دین بن جاتی ہے ـــــ یہ جو تم بیوی بچوں کو نفقہ دے رہے ہو، اور ان پر خرچ کر رہے ہو، یہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر و ثواب بن رہا ہے، بس یہ نیت کرنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق میرے ذمے عائد کئے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے عائد کئے ہوئے ان حقوق کو بجالا رہا ہوں، اس نیت سے جب تم یہ عمل کرو گے تو سارا عمل ان سب سے زیادہ موجب اجر و ثواب بن جائے گا۔

اپنی پسندیدہ چیز صدقہ کرو

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ

(سورہ آل عمران، آیت ۹۲)

فرمایا کہ تم اس وقت نیکی کا مقام حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی محبوب چیزیں اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو ـــــ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال ہوا کہ جتنی محبوب چیزیں تھیں، وہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر صدقہ کرنا شروع کر دیں۔ کسی کو اپنا باغ سب سے زیادہ محبوب تھا، اس نے وہ باغ صدقہ کر دیا، کسی کو اپنا گھوڑا سب سے زیادہ محبوب تھا، اس کو صدقہ کر دیا، کسی کو اپنا غلام سب سے زیادہ محبوب تھا، اس کو صدقہ کر دیا ـــــ جس کے پاس جو کچھ محبوب اشیاء تھیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا شروع کر دیں ـــــ

جو بیوی بچوں کی ضرورت سے زائد ہو، وہ خرچ کرو

یہاں تک کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے کہ جب انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت پر آیتیں سنیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنے تو انہوں نے کہا کہ گھر میں جو کچھ مال و اسباب تھا، سب کا سب لا کر صدقہ کر دیا، اور گھر میں بیوی، بچوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا ___ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر میں بیوی بچوں کے لئے گھر میں کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے ___ جب کئی صحابہ کے یہ ساتھ واقعات پیش آئے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں اس طرح صدقہ کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ کہ سارا کچھ اللہ کی راہ میں دیدیا، اور بیوی بچوں کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا ___ اس وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی کیا حد ہے؟ کتنا صدقہ کرنا چاہئے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

(سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۹)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ تو آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے زائد ہو، وہ خرچ کرو، جو اپنی ضرورت کے اندر داخل ہے، اس کو خرچ کرنا جائز نہیں ___ لہٰذا بیوی، بچوں کی ضروریات مقدم ہیں ___ ایسا نہ ہو کہ خرچ کر کے دوسروں کو تو مالدار کر دیا اور ان کے گھروں کے چراغ جلا دیئے اور اپنے گھر کا چولہا ٹھنڈا کر دیا۔ ایسا کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ___

ضرورت سے زائد ہر مال خرچ کرنا ضروری نہیں

یہی وہ آیت ہے جس کو آجکل الٹے معنیٰ پہنائے جاتے ہیں ___ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو بھی تمہارے پاس ضرورت سے زائد ہو، اس کا خرچ کرنا واجب ہے ___ ایسا نہیں ___ اس لئے کہ اس آیت میں کم سے کم مقدار کا بیان نہیں ہو رہا ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ مقدار کا بیان ہو رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا ہو، وہ اتنا ہونا چاہئے کہ اس کے خرچ کرنے کے بعد اپنی ضرورت کے مطابق گھر میں بچ جائے ___ جس زمانے میں یہاں پاکستان میں ''اشتراکیت'' کا زور شور شروع ہوا تھا، اس زمانے میں اشتراکیت پسند لوگ اس آیت کو بکثرت پڑھا کرتے تھے، اور اس سے استدلال کرتے تھے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''**العفو**'' کا لفظ فرمایا کہ جو بھی ضرورت سے زائد ہو وہ سب خرچ کردو ___ اور اس پر لوگ لکچر دیا کرتے تھے ___ لیکن یہ باتیں صرف لکچروں کی حد تک تھی کہ جو مال بھی ضرورت سے زائد ہو، وہ سب خرچ کردو ___ لیکن اس آیت پر عمل کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں تھا، لیکن اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ قرآن کریم ___ معاذ اللہ ___ پہلے سے اشتراکیت کا حامی ہے۔

بیوی بچوں کا حق مار کر خرچ کرنا جائز نہیں

خوب سمجھ لیجئے، یہ آیت جس وقت نازل ہوئی، اس وقت یہ بات نہیں تھی کہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر رہے تھے، بلکہ یہ آیت اس موقع پر نازل

ہوئی جب صحابہ کرام ؓ بے انتہا خرچ کر رہے تھے، اور خرچ کرنے کی جو حد تھی، اس سے زیادہ خرچ کر رہے تھے، اور اپنے بیوی بچوں کی ضرورت کے لئے بھی نہیں چھوڑ رہے تھے ___ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ تو ان کو یہ بتادو کہ اتنا خرچ کرنا جائز ہے جتنا تمہاری ضرورت سے زائد ہے، اور جو ضرورت کے اندر داخل ہے، اس کو خرچ کرنا جائز نہیں، لہٰذا بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر، ان کا حق پامال کر کے صدقہ کرو گے تو وہ صدقہ تمہارے لئے جائز نہیں ہوگا، بلکہ وہ تمہارے لئے حرام ہوگا ___ بہر حال! یہ نفقہ جو تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کر رہے ہو، اس نفقہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے اجر و ثواب ہے، اور دوسرے تمام نفقات کے مقابلے میں زیادہ ثواب ہے ___ بشرطیکہ اپنی نیت درست کرلو، اور زاویہ نگاہ بدل لو کہ یہ میں یہ اللہ تعالیٰ کے عائد کئے ہوئے حق کی ادائیگی کے لئے کر رہا ہوں، تو پھر یہ دنیا تمہارے لئے بہترین دین بن جائے گی ___

بیوی کے دو مالی حقوق، مہر و نان نفقہ

چونکہ بات شوہر اور بیوی کے حقوق کے سیاق میں بات چل رہی ہے، اس لئے یہاں یہ عرض کردو کہ شوہر کے ذمہ بیوی کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں مالی حقوق سب سے بڑے دو ہیں ___ ایک مہر ___ اور دوسرے نان نفقہ ___ مہر شوہر کے ذمہ واجب ہے ___ اللہ تعالیٰ نے شوہر کے ذمہ واجب قرار دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کا مہر ادا کرے اور ہمارے معاشرے میں مہر اور

نفقہ کے بارے میں چند در چند غلطیاں پائی جاتی ہیں، جن کو سمجھنا ضروری ہے۔

مہر بیوی کی قیمت نہیں، اعزاز ہے

مہر درحقیقت بیوی کا اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگادی ہے کہ تم مہر پر ہی نکاح کروگے، مہر کے بغیر نہیں ـــــ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مہر بیوی کی قیمت ہے، گویا کہ مہر کے عوض بیوی کو شوہر نے خرید لیا ہے ـــــ خوب سمجھ لیں۔ مہر کا قیمت سے کوئی تعلق نہیں ـــــ بلکہ یہ اعزاز ہے ـــــ دیکھئے، جب آدمی بازار سے کوئی چیز خریدتا ہے، اور اس کی قیمت ادا کرتا ہے۔ اب اگر بیچنے والا یہ کہے کہ میں اس چیز کی قیمت تم سے نہیں لیتا۔ تم مفت لے جاؤ ـــــ تو اس کے لئے مفت لینا جائز ہے، اس لئے کہ دکاندار اس چیز کا مالک ہے، وہ اگر چاہے تو قیمت لے لے، چاہے تو مفت دیدے ـــــ لیکن مہر کے بارے میں کوئی عورت یہ کہے کہ میں نکاح مہر کے بغیر کرتی ہوں، مفت کرتی ہوں، تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ اس لئے شوہر اعزاز کے طور پر یہ مہر بیوی کو ادا کرے۔

زیادہ مہر مقرر کرنا درست نہیں

اسی وجہ سے شریعت نے یہ حکم دیا کہ مہر اتنا مقرر کیا جائے جو استطاعت کے مطابق ہو، اور جس کو شوہر واقعۃً ادا کر سکے ـــــ اتنا زیادہ مہر باندھ لینا جس کو ادا کرنے سے قاصر ہو، جائز نہیں۔ مثلاً نکاح کی مجلس میں تو پتہ چلا کہ ۲ لاکھ

روپے مہر مقرر کردیا، اور نکاح کے وقت اس کے ذہن میں یہ ہے کہ اس کو ادا تو کرنا نہیں ہے تو جب دینے کا ارادہ ہی نہیں تو اس کو دس لاکھ باندھ لو، اس سے کیا فائدہ ــــ جس کے دل میں مہر ادا کرنے کی نیت ہوگی وہ پہلے یہ سوچے گا کہ میں ادا کرسکوں گا یا نہیں، لہٰذا اتنا زیادہ مہر باندھنا جس کے ادا کرنے کی قدرت نہ ہو، یہ درست نہیں، اہتمام کے ساتھ اتنا مہر باندھنا چاہئے جو وہ واقعی ادا کرسکے ــــ یہ نہ ہو کہ مہر تو دس لاکھ باندھ لیا، اور ساری زندگی ادا نہیں کیا، اور جب مرتے وقت بستر مرگ پر آگئے اس وقت بیوی سے کہا کہ ''بیوی مہر معاف کردینا'' ــــ وہ بیچاری یہ کہے گی کہ میں معاف نہیں کرتی ــــ چنانچہ وہ معاف کردیتی ہے، اور کہہ دیا جاتا ہے کہ مہر معاف کرالیا ــــ یہ طریقہ درست نہیں ــــ لہٰذا جتنا مہر ادا کرسکتے ہو اتنا مہر مقرر کرو، اور پھر دینے کا اہتمام کرو۔

مہر کی دو قسمیں۔ مؤجل و معجّل

مہر کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک معجّل اور ایک مؤجل ــــ ایک عین والا اور ایک ہمزہ والا، مہر معجّل وہ ہے کہ جس وقت نکاح ہو رہا ہے، یا تو اسی وقت ادا کردے ــــ اگر اس وقت ادا نہ کرے تو پھر جس وقت بھی بیوی طلب کرے، اس وقت ادا کردے ــــ یہ معجّل ہے، عین والا ــــ اور دوسرا مؤجل ہے، اس کے لئے یا تو مدت مقرر کردی جائے کہ اتنی مدت کے اندر ادا کردیا جائے گا، اگر اس کی مدت مقرر نہیں کی تو پھر اس کی آخری مدت طلاق ہے، یا انتقال ہے ــــ اس وقت ادا کرنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا مؤجل ــــ ہمزہ والا ــــ اس کے

بارے میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو زندگی بھر ادا نہیں کرنا ___ جب تک کہ طلاق نہ ہو، یا جب تک موت نہ آجائے ___ خوب سمجھ لیجئے کہ مؤجل کا یہ مطلب نہیں ___ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخری حد اس کی وہ ہے، لیکن اس سے پہلے پہلے اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو ادا کرے، ہر وقت واجب ہے ___ لہٰذا مہر کی ادائیگی کو ایک کھیل قرار دینا جیسا کہ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے، یہ شریعت کی صریح خلاف ورزی ہے، اس سے احتراز ضروری ہے۔

بہت کم مہر باندھنا جائز نہیں

دوسری طرف ایک دوسری انتہا یہ پیدا ہوگئی ہے کہ مہر بہت کم باندھا جانے لگا ہے، اتنا تھوڑا مہر باندھتے ہیں جس سے مہر کا مقصد ہی فوت ہو گیا ___ کئی مرتبہ میرے پاس فون آتے ہیں کہ ہم نے ۳۲ روپے مہر باندھا ہے ___ کسی زمانہ میں ۱۰ دس درہم کی قیمت شاید ۳۲ روپے ہوتی ہوگی، اسی ۳۲ روپے کو ایسا لازم پکڑ لیا کہ اب اس سے زیادہ مہر نہیں باندھیں گے، اور لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم نے یہ شرعی مہر باندھا ہے ___ یاد رکھئے! یہ ۳۲ روپے شرعی مہر نہیں۔ اصل یہ ہے کہ اس خاندان کی خواتین کا جو مہر مثل ہے، بہتر یہ ہے کہ وہ باندھا جائے، اور اگر وہ نہ باندھے تو پھر کم از کم اتنا مہر مقرر کرے جس سے عورت کا اعزاز ہو، یہ نہ ہو کہ برائے نام معمولی مہر مقرر کر دیا، جس میں کوئی اعزاز نہ ہو، یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ نہ یہ شریعت کا تقاضہ ہے ___

بیوی کو زیور دیتے وقت مہر میں محسوب کرالو

تیسرے بات جو یاد رکھنے کی ہے اور جس میں بکثرت غلطیاں پیش آتی ہیں، وہ یہ کہ بہت سے شوہر ایسے ہوتے ہیں جو اپنی بیوی کو وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ دیتے رہتے ہیں، کبھی کوئی چیز دیدی، کبھی کوئی چیز دیدی۔ کبھی زیور بنادیا، کبھی کچھ رقم دیدی، لیکن مہر ادا نہیں کرتے، جبکہ مہر ادا کرنا واجب ہے، جبکہ دوسری چیزیں واجب نہیں، اور واجب کی ادائیگی، دوسری چیزوں پر مقدم ہے، لہٰذا مہر کی ادائیگی کا خیال رکھنا زیادہ مقدم ہے ــــ لہٰذا شوہر جب کوئی زیور یا نقد رقم بیوی کو دے، تو اس کی صراحت کردے کہ میں یہ زیور مہر کے طور پر دے رہا ہوں ــــ یہ تمہاری ملکیت ہوگئی، تم اس کی مالک ہو، اس طریقے سے مہر بھی ادا ہوجائے گا، اور بات بھی صاف ہوجائے گی۔

گھر کی تمام اشیاء میں ملکیت کی وضاحت

چوتھی بات جو اس سلسلے میں یاد رکھنے کی ہے، اور شاید ہی کوئی بندہ اس سے بچا ہوا ہو، ہمارے معاشرے کے سارے لوگ ہی اس میں مبتلا ہیں، وہ یہ کہ شوہر اور بیوی کی ملکیت ممتاز نہیں ہوتیں۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ گھر میں کونسی چیز شوہر کی ملکیت ہے، اور کونسی چیز بیوی کی ملکیت ہے، اگر کوئی یہ سوال کرے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو غیریت کی بات ہے۔ ہم تو ساتھ ساتھ رہ رہے ہیں، لہٰذا ہمیں کسی امتیاز کی ضرورت نہیں ــــ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب آپس جھگڑا ہوجاتا ہے، اور طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یا ان میں سے کسی ایک کا انتقال

ہو جاتا ہے تو اس وقت آپس میں جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے اور میراث کی تقسیم میں اختلاف ہو جاتا ہے کہ میراث میں یہ چیز تقسیم ہوگی، یا نہیں؟___ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو کام کرو، بالکل صاف معاملہ کرو، جو زیور بنا کر بیوی کو دے رہے ہو تو صاف صاف بتا دو کہ یہ ہمارا ہے اور بیوی کو عاریتاً استعمال کے لئے دے رہے ہیں، یا اس کی ملکت میں دے رہے ہیں___

شادی کے موقع پر دیا جانے والا زیور کس کی ملکیت؟

اب ہمارے معاشرے میں یہ رواج ہے کہ شادی کے موقع پر شوہر کے گھر والوں کی طرف سے بھی زیور چڑھایا جاتا ہے، اور بیوی کے گھر والوں کی طرف سے زیور چڑھایا جاتا ہے، عام طور سے ہمارے معاشرے میں رواج یہ ہے کہ جو زیور شوہر کے گھر والوں کی طرف سے چڑھایا جاتا ہے، وہ شوہر کی ملکیت رہتا ہے، اگرچہ بیوی اس کو عاریتاً استعمال کرتی ہے اور جو زیور بیوی کے گھر والوں کی طرف سے چڑھایا جاتا ہے، وہ بیوی کی ملکیت ہوتا ہے، لیکن بہت سی جگہوں پر اس ملکیت کو واضح نہیں کیا جاتا، اور بات کو صاف نہیں کیا جاتا، اس کی وجہ سے بہت سے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں___ اس لئے بات صاف کر دینی چاہئے___ جو زیور بیوی کی ملکیت کرتا ہو تو اس کی صراحت کر دے کہ میں نے آج سے یہ زیور تمہاری ملکیت کر دیا___ اب جب اس کی مالک ہوگئی تو اس کی زکوٰۃ بھی اس کے ذمے واجب ہوگی، اور اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو اب وہ زیور شوہر کے ورثاء کی طرف نہیں جائے گا۔ بلکہ وہ بیوی ہی کی ملکیت رہے گا۔ البتہ

اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو وہ زیور بیوی کے ورثاء کی طرف منتقل ہوگا ___ چونکہ یہ معاملات صاف نہیں ہوتے، اس لئے بعد میں جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ملکیت واضح نہ ہونے کی وجہ سے لڑائی جھگڑے

ہمارے حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''میں نے الحمدللہ اپنے گھر کی ایک ایک چیز ممتاز کی ہوئی ہے کہ کونسی چیز میری ہے، اور کونسی چیز گھر والوں کی ہے، تاکہ کوئی الجھن اور کوئی اشتباہ باقی نہ رہے ___ یہ سب دین کی باتیں ہیں ___ اس لئے کہ دین صرف عبادات کی حد تک محدود نہیں، کہ بس نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا، اور چند وظائف اور تسبیحات پڑھ لیں، مراقبے اور چلے کر لئے، بس دین پر عمل ہو گیا، ایسا نہیں، بلکہ دین پوری زندگی پر محیط ہے۔ یہ ساری باتیں سیکھنے کی ہیں، اور عمل کرنے کی ہیں۔ ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے معاشرے تباہ ہو رہے ہیں ___ ہم سے پوچھئے، کتنے جھگڑے روزانہ دارالافتاء کے اندر ہمارے سامنے آتے ہیں ___ اسی وجہ سے آتے ہیں کہ ملکیتیں ممتاز نہیں، یہ پتہ نہیں کہ کونسی چیز کس کی ہے؟ ___

گھر بیوی کے نام، لیکن مالک کون؟

مثلاً ایک صاحب دارالافتاء میں آئے کہ صاحب، میرا ایک مکان تھا، وہ میں نے اپنی بیوی کے نام کر دیا تھا؟ ان سے پوچھا کہ بھائی جب تم نے اپنی بیوی کے نام کیا تھا، تو اس کی ملکیت بھی کر دی تھی؟ اور اس کا قبضہ بھی دیدیا تھا، یا صرف اس کے نام کر دیا تھا ___ جواب میں کہتے ہیں کہ اس وقت تو ذہن

میں کوئی بات نہیں تھی، بس خالی اس کے نام کر دیا تھا ــــ جب تم اتنا بڑا کام کر رہے ہو تو اس کی حقیقت سمجھ کر کرو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ یہ مکان بیوی کی ملکیت میں دے رہے ہو، یا ویسے کاغذی کارروائی کے طور پر اس کے نام کر رہے ہو ــــ اس کی ملکیت میں دینا مقصود نہیں ہے۔ بات واضح کرو، اور جو کچھ کرو، اس کو کاغذ میں لکھدو، اور وصیت میں وضاحت کردو کہ یہ مکان اگرچہ میری بیوی کے نام ہے، لیکن میری ملکیت ہے ــــ اور اگر اس کی ملکیت کر دی ہے تو ملکیت بھی واضح کرو، اور اس کا قبضہ بھی دو، تا کہ اس کی ملکیت پوری ہو جائے ــــ دن رات یہ جھگڑے ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔

گھر کی تعمیر میں کس نیت سے پیسے لگائے؟

یا مثلاً ایک صاحب دارالافتاء میں آئے اور کہا کہ میری بیوی کا مکان تھا۔ اس کی تعمیر میں میں نے بھی اتنے پیسے لگا دیئے تھے ــــ ان صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کس نیت سے لگائے تھے؟ کیا ان پیسوں کے ذریعہ تم اس کی امداد کرنا چاہتے تھے؟ یا تم اس کے مکان میں حصہ دار بننا چاہتے تھے؟ یا تم نے قرض کے طور پر دیئے تھے؟ کوئی بات تو واضح کرو ــــ ان صاحب نے کہا کہ اس وقت تو ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ بس تعمیر ہو رہی تھی، لگا دیئے تھے ــــ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب انتقال ہوا تو اب جھگڑا کھڑا ہو گیا کہ اس مکان میں کتنا حصہ بیوی کا ہے، اور کتنا حصہ شوہر کا ہے ــــ بہرحال! ملکیتوں کا ممتاز ہونا کہ کونسی چیز کس کی ملکیت ہے، یہ دین کا بہت اہم حصہ ہے۔ جس کو صفائی معاملات کہا جاتا

ہے، اس کے بغیر ہمیشہ جھگڑے اور فساد کھڑے ہو جائیں گے ___

گھر کا ماہانہ خرچ اور ملکیت

شریعت نے یہاں تک فرمایا کہ شوہر بیوی کو گھر کا جو خرچہ ماہانہ دیتا ہے، اس خرچ میں بات واضح ہونی چاہئے کہ یہ جو خرچ دیا جا رہا ہے، یہ خرچہ بیوی کے پاس امانت ہے؟ یا اس کی ملکیت کر دیا گیا ہے؟ ___ اگر وہ خرچہ اس کے ہاتھ میں امانت ہے۔ تو اس صورت میں مہینہ پورا ہونے کے بعد جو پیسے بچ جائے ان پیسوں کو بیوی کے لئے استعمال کرنا اصلاً جائز نہیں، اس لئے کہ وہ پیسے اس کی ملکیت نہیں ہیں ___ ہاں اگر شوہر یہ کہہ دے کہ میں یہ پیسے گھر کے خرچ کے لئے دے رہا ہوں، جو بچ جائیں وہ تمہارے ہیں تم جو چاہو کرو، تو اس صورت وہ بیوی ان پیسوں کی مالک بن جائے گی ___ لیکن اس کی وضاحت ہونی چاہئے، اب آج کتنے گھرانے ایسے ہیں جس میں یہ وضاحت کی جاتی ہوگی! ___ اور جب وضاحت نہیں کی جاتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو پیسے بچے، وہ بیوی کی ملکیت نہیں ہیں، اس کے لئے ان پیسوں کو اپنے اوپر خرچ کرنا جائز نہیں ___ اگر وہ اپنے اوپر خرچ کرے گی تو گناہ میں مبتلا ہوگی۔ یہ گناہ میں ابتلاء اس لئے ہوا کہ بات صاف نہیں کی تھی ___ یہ سب دین کا حصہ ہے، ان سب کو واضح کرنا ضروری ہے ___ ایک ایک پیسے کے بارے میں بات واضح ہونی چاہئے، ایک ایک چیز کے بارے میں ملکیت واضح ہونی چاہئے۔

مشترک کاروبار میں حساب کتاب شرعاً ضروری ہے

آج کل یہ وبا بھی عام ہے کہ چند بھائیوں کا مشترک کاروبار ہے، لیکن حساب کتاب کوئی نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم سب بھائی ہیں۔ حساب کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ حساب کتاب تو غیروں میں ہوتا ہے، اپنوں میں حساب کتاب کہاں ــــ اب اس کا کوئی حساب کتاب، کوئی لکھت پڑھت نہیں کہ کس بھائی کی کتنی ملکیت اور کتنا حصہ ہے؟ ماہانہ کس کو کتنا منافع دیا جائے گا؟ اس کا کوئی حساب نہیں، بلکہ الل ٹپ معاملہ چل رہا ہے۔

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ دنوں تک تو محبت و پیار سے حساب چلتا رہتا ہے، لیکن بعد میں دلوں میں شکوے شکایتیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں، کہ فلاں کی اولاد تو اتنی ہے۔ وہ زیادہ رقم لیتا ہے، فلاں کی اولاد کم ہے۔ وہ کم لیتا ہے، فلاں کی شادی پر اتنا خرچ کیا گیا، ہمارے بیٹے کی شادی پر کم خرچ ہوا، فلاں نے کاروبار سے اتنا فائدہ اٹھالیا، ہم نے نہیں اٹھایا۔ وغیرہ اس طرح کی شکایتیں شروع ہو جاتی ہیں۔

یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سے دور چلے گئے، یاد رکھئے! ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اگر کوئی مشترک چیز ہے تو اس مشترک چیز کا حساب و کتاب رکھا جائے، اگر حساب و کتاب نہیں رکھا جا رہا ہے، تو تم خود بھی گناہ میں مبتلا ہو رہے ہو، اور دوسروں کو بھی گناہ میں مبتلا کر رہے ہو، یاد رکھئے! بھائیوں کے درمیان معاملات کے اندر جو محبت و پیار ہوتا ہے۔ وہ

کچھ دن چلتا ہے، بعد میں وہ لڑائی جھگڑوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور پھر وہ لڑائی جھگڑا ختم ہونے کو نہیں آتا، کتنی مثالیں اس وقت میرے سامنے ہیں____

ملکیتوں میں امتیاز شرعاً ضروری ہے

بہر حال! ملکیتوں میں امتیاز ہونا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے کی ملکیت میں اور شوہر بیوی کی ملکیت میں امتیاز ہونا ضروری ہے، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں، دونوں کے گھر الگ الگ تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میری ملکیت اور میری دونوں بیویوں کی ملکیت بالکل الگ الگ کر کے بالکل امتیاز کر رکھا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو کچھ سامان بڑی اہلیہ کے گھر میں ہے، وہاں ان کی ملکیت ہے، اور جو سامان چھوٹی اہلیہ کے گھر میں ہے، وہ ان کی ملکیت ہے اور جو سامان خانقاہ میں ہے، وہ میری ملکیت ہے، آج اگر دنیا سے چلا جاؤں تو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ الحمد للہ سب امتیاز موجود ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ملکیت کی وضاحت

میں نے اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہٗ کو بھی اسی طرح دیکھا کہ ہر چیز میں ملکیت واضح کر دینے کا معمول تھا۔ آخری عمر میں حضرت والد صاحب نے اپنے کمرے میں ایک چارپائی ڈال لی تھی۔ دن رات وہیں رہتے تھے، ہم لوگ ہر وقت حاضر خدمت رہا کرتے تھے، میں نے دیکھا کہ جب میں ضرورت کی کوئی چیز دوسرے کمرے سے ان کے کمرے میں لاتا تو ضرورت پوری ہونے کے بعد

فوراً فرماتے کہ اس چیز کو واپس لے جاؤ۔ اگر کبھی واپس لے جانے میں دیر ہو جاتی تو ناراض ہوتے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ واپس پہنچادو، ابھی تک واپس کیوں نہیں پہنچائی؟

کبھی کبھی ہمارے دل میں خیال آتا کہ ایسی جلدی واپس لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی واپس پہنچادیں گے، ایک دن خود والد ماجد قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے اپنے وصیت نامہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ میرے کمرے میں جو چیزیں ہیں، وہ سب میری ملکیت ہیں۔ اور اہلیہ کے کمرے میں جو چیزیں ہیں، وہ ان کی ملکیت ہے، لہٰذا جب میرے کمرے میں کسی دوسرے کی چیز آجاتی ہے تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا انتقال اس حالت میں ہوجائے کہ وہ چیز میرے کمرے کے اندر ہو، اس لئے کہ وصیت نامہ کے مطابق وہ چیز میری ملکیت تصور کی جائے گی، حالانکہ حقیقت میں وہ چیز میری ملکیت نہیں ہے۔ اس لئے میں اس بات کا اہتمام کرتا ہوں، اور تمہیں کہتا ہوں کہ یہ چیز جلدی واپس لے جاؤ۔

یہ سب باتیں دین کا حصہ ہیں۔ آج ہم نے ان کو دین سے خارج کردیا ہے، اور یہی باتیں بڑوں سے سیکھنے کی ہیں۔

یہ مقولہ درست نہیں

بعض لوگ یہ مقولہ پیش کرتے ہیں کہ:

''حسابِ دوستاں در دل''

یعنی دوستوں کا حساب دل میں ہے، لہٰذا میاں بیوی کے درمیان حساب کتاب رکھنے کی ضرورت نہیں، تو "حسابِ دوستاں در دل" کا یہ مطلب نہیں کہ معاملہ مخمصہ میں ڈالے رکھا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے کچھ پیسے تمہارے ذمہ آتے ہیں تو تم صاف صاف کہہ دو کہ میں نے تم کو معاف کر دیا ــــــ لیکن مبہم معاملہ رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ــــــ بہرحال! شوہر بیوی کے تعلقات میں بھی املاک کو ممتاز رکھنا ضروری ہے کہ کونسی چیز کس کی ملکیت ہے ــــــ اب ہر شخص اپنے حالات کا اندازہ کر کے دیکھ لے، کتنے گھرانے ایسے ہیں جن میں دین کے اس حکم پر عمل کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ــــــ اس حکم پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے معاملات خراب ہو رہے ہیں، حلال و حرام ایک ہو رہے ہیں۔ جھگڑے اور فساد برپا ہو رہے ہیں ــــــ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ املاک ممتاز نہیں۔ یہ سب باتیں بھی نفقہ کے باب میں داخل ہیں۔ لہٰذا جو چیز تم بیوی کو دے رہے ہو، اس کے بارے میں صاف طور پر وضاحت کے ساتھ بتا دو کہ یہ تمہاری ملکیت ہے، یا یہ تمہارے پاس امانت ہے، یہ بھی نفقہ کا ایک لازمی حصہ ہے۔

بیوی کو جیب خرچ بھی دینا چاہئیے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "نفقہ" کے ایک معنٰی تو یہ ہیں کہ کھانے کی حد تک اور کپڑوں کی حد تک بیوی کو خرچہ دیدیا ــــــ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ نفقہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ کھانے اور کپڑے کے علاوہ بیوی کو

کچھ رقم اس کی جیب خرچ کے طور پر دو۔ جس کو وہ آزادی کے ساتھ اپنی ضروریات میں خرچ کر سکے ــــــ بہت سے گھرانوں میں اس طرف سے غفلت ہوتی ہے ــــــ اس کا اہتمام کرنا چاہیے ــــــ یہ نہ ہو کہ جب بھی بیوی کو ضرورت پیش آئے، وہ شوہر سے مانگتی پھرے۔ یہ جیب خرچ بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے ــــــ یہ نفقہ بھی اجر و ثواب کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس کو محض ایک دنیاوی عمل سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ــــــ

اگلی حدیث بھی اسی مضمون کی ہے کہ:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ: هَلْ لِي مِنْ أَجْرٍ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ: وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ قَالَ: نَعَمْ، لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.

(بخاری شریف، کتاب النفقات، باب: وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ، حدیث نمبر ۵۳۶۹)

میری دعا قبول ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آ گئی

یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، یہ حضرت ام سلمہ پہلے حضرت ابو سلمہ کی بیوی تھیں۔ جب ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں ــــــ اس کا بھی عجیب واقعہ ہے کہ جب ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میرے شوہر کے انتقال کا میری

طبیعت پر بہت اثر ہے ___ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَهٗ! وَ اَعْقِبْنِیْ مِنْهُ عُقْبٰی حَسَنَةً

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المریض والمیت، حدیث نمبر ۹۱۹)

اے اللہ! میری مغفرت فرما، اور ان کی مغفرت فرما، ان کے بعد میرا انجام بہتر کر دیجئے۔ اور مجھے ان سے بہتر نائب عطا فرمایئے ___ یہ دعا حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی تھیں۔ بعد میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تو اس وقت یہ فرمایا کرتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو دعا تلقین فرمائی تھی، میں دعا میں کرتی رہی، اور اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول فرمایا کہ "ابو سلمہ" سے کہیں زیادہ افضل اور بالا برتر شوہر عطا فرمایا، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ماں کا بچوں پر خرچ کرنے پر بھی اجر و ثواب

جب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو اس وقت ان کی سابق شوہر سے اولاد تھی۔ لڑکے بھی تھے، اور لڑکیاں بھی تھیں ___ اس اولاد کے بارے میں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے سابق شوہر کے لڑکے ہیں، اب میں ان کو اس طرح تو چھوڑ نہیں سکتی کہ وہ دوسروں کے دست نگر بن جائیں۔ ان پر مجھے کچھ خرچ کرنا چاہیے؟ اگر میں خرچ کروں گی تو اس پر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا یا نہیں؟ ___ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! جو کچھ بھی نفقہ تم ان کے اوپر کرو گی، اس پر تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا ___ معلوم ہوا کہ شوہر جو کچھ بیوی

پر خرچ کرے، یا باپ بیٹوں پر خرچ کرے وہ تو ہے ہی باعث اجر و ثواب ــــــ بلکہ ماں بھی اپنے بیٹوں پر جو خرچ کرتی ہے، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر لکھا جاتا ہے۔

انسان کے گناہ گار ہونے کیلئے یہ کافی ہے

عَنْ عَبْدِ اللهِ عَمْرٍ و ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْماً اَنْ يَّضِيعَ مَنْ يَّقُوْتَ.

(ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحمن، حدیث نمبر ۱۶۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے گناہ گار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دے جن کی دیکھ بھال اور نفقہ اس کے ذمہ ہے ــــــ یعنی جن لوگوں کا نفقہ انسان کے ذمہ ہے، مثلاً بیوی، نابالغ اولاد، اور بالغ لڑکیاں، اور ماں باپ اگر کمانے سے معذور ہیں تو ان سب کا نفقہ انسان کے ذمہ واجب ہے، اگر اس نفقہ کو ادا کرنے میں انسان کوتاہی کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے یہ لوگ پریشانی کا شکار ہوتے ہیں تو یہ بات انسان کے گناہگار ہونے کے لئے کافی ہے، یعنی اس کا ان حضرات کو نفقہ نہ دینا، اس کے لئے سخت گناہ ہے ــــــ بات صرف اتنی نہیں ہے کہ نفقہ دے گا تو ثواب ہوگا، بلکہ اس کے برعکس یہ ہے کہ اگر نفقہ نہیں دے گا تو گناہ گار ہوگا ــــــ جن کا نفقہ انسان کے ذمے واجب ہوتا ہے وہ یہ ہیں: بیوی، نابالغ اولاد، بالغ لڑکیاں، جب تک ان کا

نکاح نہ ہوجائے، اور ماں باپ، اگر وہ کمانے سے معذور ہوں ___ بلکہ اگر کوئی قریبی رشتہ دار ہو، اور وہ اپاہج ہوں، معذور ہوں، تو انکا نفقہ بھی بعض صورتوں میں انسان کے ذمے واجب ہوجاتا ہے۔ جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے ___ ان سب کا نفقہ انسان کے ذمہ واجب ہے۔ اگر نفقہ نہیں دے گا تو گناہ گار ہوگا۔

فرشتوں کی انسانوں کے حق میں دعا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا ___ وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

(بخاری شریف، کتاب الزکاۃ، باب قَوْلِ اللہِ تَعَالٰی: فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى...، حدیث نمبر ۱۴۴۲)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی صبح ایسی نہیں ہوتی جس میں دو فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہ ہوتے ہوں، یعنی ہر صبح دو فرشتے ضرور نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا رہتا ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفاً

اے اللہ! جو شخص خرچ کرنے والا ہو، یعنی نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے والا

ہو، جس میں بیوی بچوں کا نفقہ بھی داخل ہے، اور دوسرے نیکی کے کام بھی داخل ہیں، اس کو اس کے مال کے بدلے میں دوسرا مال عطا فرما۔ یعنی اس مال کا خلیفہ اور نائب عطا فرما اور دوسرا فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

اے اللہ! جو شخص پیسوں کو سنبھال کر رکھتا ہے۔ اور جہاں خرچ کرنا واجب ہے، وہاں بھی خرچ نہیں کرتا۔ اے اللہ! اس کے مال پر ہلاکت ڈال دے۔ اس کے مال کو برباد کردے ___ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے مقامات پر اپنا مال خرچ کرے گا، وہ یہ نہ سمجھے کہ میرا پیسہ ہاتھ سے گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مال کا بدل دنیا اور آخرت میں عطا فرمائیں گے ___ اور جو شخص اپنے واجب حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا اور خرچ نہیں کرتا۔ دنیا میں اس کا مال چاہے گنتی کے اعتبار سے بڑھ جائے، لیکن بالآخر اس کے اوپر ہلاکت اور بربادی آتی ہے ___ اللہ تعالیٰ اس کے انجام سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حقوق العباد کے معاملے میں

اللہ سے ڈرو

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط وترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲۰/اپریل ۱۹۹۲ء
وقت	:	بعد نماز مغرب
مقام	:	امریکہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حقوق العباد کے معاملے میں اللہ سے ڈرو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ

خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ

(سورۃ المؤمنون، آیت ۱ تا ۸)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

آیات کا ترجمہ

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ مؤمنون کی ابتدائی آیات تلاوت کی ہیں۔ ان آیتوں میں سے آخری آیت کے بارے میں کچھ عرض کرنا اس وقت مقصود ہے ___ البتہ ابتدائی آیات کا ترجمہ کر دیتا ہوں، تاکہ مناسبت پیدا ہو جائے ___ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ

وہ مؤمن فلاح پاتے ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

اور دوسرے یہ کہ وہ لغو اور فضول کاموں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بے فائدہ کاموں میں نہیں لگاتے، تمام گناہ بھی اس میں داخل ہو گئے، اور وہ کام بھی جن میں دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ نہیں، ان سب سے اجتناب کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾

اور وہ لوگ جو پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾

اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں کہ اس کو ناجائز جگہ میں استعمال ہونے سے بچاتے ہیں۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾

مگر اپنی بیویوں کے ساتھ، یا اپنی کنیزوں کے ساتھ (جو اس زمانے میں شرعاً جائز ہوا کرتی تھیں) اس صورت میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾

جو لوگ اس کے علاوہ اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے بیوی اور کنیز کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کرتے ہیں، وہ حد سے

گزرنے والے ہیں۔

اس آیت میں دو چیزوں کا بیان

آگے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾

اور فلاح وہ لوگ پاتے ہیں جن کے اندر وہ صفات موجود ہوں جو اوپر بیان کی گئیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی یہ صفت بھی ہو کہ اپنی امانتوں اور اپنے کئے ہوئے وعدوں کا پاس کرنے والے ہوں، یعنی امانت میں خیانت نہ کریں، اور عہد کی خلاف ورزی نہ کریں۔ یعنی بدعہدی نہ کریں ___ اس آیت میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ایک امانت کا تحفظ، اور دوسرے عہد کی پابندی ___ اس آیت میں درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ دین اسلام کا مطالبہ صرف ''عبادات'' ادا کر کے پورا نہیں ہوتا، کہ عبادتیں ادا کرلیں، نماز پڑھ لی، رمضان کے روزے لکھ لئے، زکوٰۃ ادا کردی، صرف ان سے دین کا مطالبہ پورا نہیں ہوتا۔ بیشک یہ بھی دین کا بہت بڑا حصہ ہے، جس کو ''حقوق اللہ'' کہا جاتا ہے ___

حقوق العباد کی رعایت

لیکن دین کا ایک بہت بڑا حصہ ہے جو ''حقوق العباد'' سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی ''بندوں کے حقوق'' ___ اور بندوں کے حقوق کی پاسداری اور رعایت اتنی ہی ضروری ہے جتنی رعایت اور پاسداری اللہ تعالیٰ کے حقوق کی

ضروری ہے ___ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے حقوق یعنی عبادات ادا کرتا ہے ___ لیکن بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا تو محض عبادتوں کے انجام دے لینے سے وہ شخص نجات اور فلاح نہیں پا سکتا، جب تک وہ حقوق العباد کو بھی اللہ تعالیٰ کے بیان کئے ہوئے طریقے کے مطابق ادا نہ کرے، اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد کو جو اہمیت دی ہے، اور جو اس کی تاکید فرمائی ہے، اس کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ اسلام کی تمام تعلیمات اور اسلام کے سارے احکام جس علم میں جمع کر دیئے جاتے ہیں اس کو ''علم فقہ'' کہتے ہیں۔ گویا کہ ''علم فقہ'' میں شریعت کے احکام بیان کئے جاتے ہیں کہ کون سا کام جائز ہے، کونسا کام ناجائز ہے، کونسی چیز حلال ہے، کونسی چیز حرام ہے۔ اس ''فقہ'' کی کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں، اس کتاب کا ایک چوتھائی حصہ تو عبادات سے متعلق ہوگا۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق ہوگا، اور اس کتاب کا تین چوتھائی حصہ حقوق العباد سے متعلق ہوگا۔

حقوق العباد کی طرف دھیان نہیں

آپ نے فقہ کی مشہور کتاب ''ھدایہ'' کا نام سنا ہوگا، یہ ہدایہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، اس کی پہلی جلد عبادت سے متعلق ہے، یعنی ''طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور باقی تین جلدیں حقوق العباد سے متعلق ہیں''، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک میرے پیدا کئے ہوئے بندوں کے حقوق ادا نہیں کرو گے، میرا حق بھی اس وقت تک ادا نہیں ہوگا'' ___ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ

دین کے احکام کا تین چوتھائی حصہ حقوق العباد سے متعلق ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ آج کی ہماری زندگی میں ہم لوگوں نے حقوق العباد سے متعلق شریعت کے احکام کو اس طرح پیچھے ڈال دیا، گویا کہ یہ دین کا حصہ ہی نہیں، بس نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا، زکوٰۃ ادا کر دی، تسبیح اور وظائف پڑھ لیے، اور سمجھے کہ بس اللہ تعالیٰ کا حق ادا ہو گیا۔ بندوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کرنا چاہئے، بندوں کے کیا حقوق ہمارے ذمہ عائد ہیں، اس کی طرف دھیان اور التفات نہیں۔ اگر کسی سے اس بارے میں کوئی گناہ بھی ہو جاتا ہے تو وہ اس کو گناہ سمجھتے ہی نہیں، اگر گناہ سمجھ لیا تو اس پر ندامت نہیں ہوتی۔ اس گناہ پر توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، اور اس گناہ کو چھوڑنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

حقوق اللہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں

حالانکہ حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ آپ حضرات نے ایک تو اس بات سے لگا لیا ہوگا کہ پورے دین کا چوتھائی حصہ عبادات سے متعلق ہے، اور تین چوتھائی دین حقوق العباد سے متعلق ہے ـــــ دوسری یہ کہ ان حقوق العباد کا معاملہ بڑا سنگین اور بڑا خطرناک ہے، وہ یہ کہ اگر کسی مسلمان سے حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا کوئی غلطی ہو جائے، مثلاً کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ جب کبھی ندامت ہو جائے، اور شرمندگی ہو جائے اور توبہ کی توفیق ہو جائے تو ایک مرتبہ بیٹھ کر صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کہہ دے:

"أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ"

یا اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی، میں آپ سے توبہ کرتا ہوں، معافی مانگتا ہوں، یا اللہ

مجھے معاف فرمادے ___ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ گناہ معاف ہو جائے گا ___ اور اس طرح معاف ہو جائیگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ

(ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، حديث نمبر ۴۲۵۰)

جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرلے وہ ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔

نامہ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے

بزرگوں نے فرمایا کہ صرف اتنا نہیں ہوگا کہ وہ گناہ معاف ہو گیا۔ بلکہ نامہ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اتنے رحیم وکریم ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس بندے کے گناہ کو معاف کر دیا تو میں اس کو قیامت کے دن رسوا بھی نہیں کروں گا، کہ اس کے نامہ اعمال میں وہ گناہ باقی رہے۔ جب اس بندہ نے توبہ کر لی تو وہ اب نامہ اعمال ہی سے اس کو مٹا دیا۔ اب وہ گناہ نامہ اعمال کا حصہ ہی نہیں، گویا کہ اس نے وہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے ___ بہر حال! حقوق اللہ سے متعلق کوئی بھی گناہ سرزد ہو، اس کی تلافی آسان ہے، وہ اس طرح کہ آدمی کو جب بھی توجہ ہو جائے تو وہ بیٹھ کر سچے دل سے توبہ کرلے کہ یا اللہ! مجھے معاف کر دیجئے، آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا ___ بس وہ معاف ہو گیا۔

حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتا

لیکن اگر کسی بندے کا حق تلف ہوا، اس کی حق تلفی کی گئی، اور اس کا کوئی

جانی حق، یا اس کا کوئی مالی حق، کوئی آبرو کا حق، کسی نے پامال کیا تو یہ صرف توبہ کر لینے سے معاف نہیں ہوگا___ فرض کیجئے کسی شخص نے دوسرے شخص کو جانی نقصان پہنچایا، اور ظلم کرتے ہوئے اس کو مارا، بعد میں خیال آیا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی___ اب اگر یہ شخص گھر کے اندر بیٹھ کر توبہ کرلے کہ یا اللہ! مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی، مجھے معاف کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک معاف نہیں کروں گا جب تک کہ وہ بندہ جس کو تم نے مارا، وہ معاف نہ کردے۔ جا کر پہلے اس سے معافی مانگو، اگر کسی کا مالی حق تم نے دبالیا، اس کے پیسے ناجائز طریقے پر کھا گئے تو اب یہ محض توبہ کر لینے سے معاف نہیں ہوگا، یا تو اس کی تلافی کرے، یا اس کو پیسے واپس کرے۔ یا اسی سے معاف کرائے، جب تک وہ بندہ معاف نہیں کریگا، وہ گناہ معاف نہیں ہوگا___ اللہ تعالیٰ اپنے حق کو تو ایک لمحہ میں صرف توبہ کرنے سے معاف فرما دیتے ہیں، لیکن بندے کا حق اس وقت تک معاف نہیں کرتے جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے، اور جب تک اس بندے کے حق کی تلافی نہ کی جائے___

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خوف

اس سے بھی ''حقوق العباد'' کی سنگینی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حق اللہ کی تلافی آسان ہے، اور حق العباد کی تلافی مشکل___ اسی وجہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اوّل، وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مدرسہ کے چندے کے معاملے میں بڑا ڈر لگتا ہے، مدرسہ کا چندہ مجھے کسی

نے دیا، مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں غلط جگہ استعمال نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ اگر مدرسہ کا چندہ غلط استعمال ہوا تو یہ تو بے شمار بندوں کا حق ہے، جو میں نے پامال کیا، اب میں کس کس سے معافی مانگتا پھروں گا، کس کس سے معاف کراؤں گا، اور محض توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا، اس لئے مدرسہ کے ایک ایک پیسہ کو احتیاط کے ساتھ خرچ کرنا چاہتا ہوں کہ کہیں کوئی پیسہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف خرچ نہ ہو جائے، اس لئے کہ اس کی معافی آسان نہیں ہے۔

نابالغ بچے کی حق تلفی کی سنگینی

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نابالغ بچے کے ساتھ کوئی حق تلفی کرنا۔ مثلاً نابالغ بچے کو ناحق مار دیا۔ یہ ایسا گناہ ہے کہ اس کی معافی بہت مشکل ہے۔ اس لئے کہ یہ گناہ توبہ سے معاف ہوگا نہیں، اس لئے کہ بندے کا حق ہے، اور اگر بچے سے معاف کراؤ گے تو نا قابل بچے کی معافی شرعاً معتبر نہیں، اگر وہ بچہ ہزار مرتبہ بھی کہے کہ میں معاف کرتا ہوں، تب بھی وہ معاف نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ نابالغ ہے، اور نابالغ کی معافی معتبر نہیں ــــــ اس لئے حقوق العباد جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ذمہ فرض فرمائے ہیں، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اتنا سنگین بنایا ہے کہ اس سے بڑا خطرہ اور ڈر معلوم ہوتا ہے۔

بتاؤ مفلس کون ہے؟

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ ذرا یہ بتاؤ کہ مفلس کون ہے؟ کس کو مفلس کہتے ہیں؟ بعض

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس پیسے نہ ہوں۔ اس زمانے میں سونے اور چاندی کے درہم اور دینار چلا کرتے تھے۔ جس کے پاس درہم نہ ہوں، جس کے پاس دینار نہ ہوں، وہ شخص مفلس ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفلس وہ نہیں، یعنی حقیقی مفلس وہ نہیں جس کے پاس پیسے نہ ہوں، اس لئے اگر اس کے پاس آج پیسے نہیں ہیں، تو کل اس کے پاس پیسے آجائیں گے ـــــ میں بتاتا ہوں کہ حقیقی مفلس کون ہے؟ حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا، اس حالت میں حاضر ہوگا کہ نیک اعمال کے انبار لے کر آیا ہوگا۔ نمازیں، نفلیں، تلاوتیں، تسبیحات، وظائف، صدقات، خیرات، بے شمار نیک اعمال کے ڈھیر لے کر آیا ہوگا، اور اس کے نامہ اعمال میں یہ ساری نیکیاں لکھی ہوئی تھیں کہ ساری عمر وہ یہ نیک اعمال کرتا رہا ـــــ لیکن اس کے ساتھ اس نے یہ کیا کہ کسی شخص کا مال ناحق کھالیا۔ کسی شخص کو گالی دیدی، کسی شخص کی غیبت کردی۔ کسی کی آبرو پر حملہ کردیا، کسی کی جان پر حملہ کردیا ـــــ تو بے شمار لوگوں کے حقوق تلف کئے ہونگے۔

(مسلم شریف، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث نمبر ۲۵۸۱)

یہاں تک کہ سارے اعمال ختم ہوجائیں گے

جب حساب کتاب شروع ہوگا تو جن لوگوں کے حقوق ضائع کئے ہوں گے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہوجائیں گے کہ یا اللہ! اس نے

ہمارے حقوق غصب کئے ہیں، کوئی کہے گا کہ یہ شخص میرے پیسے کھا گیا، کوئی کہے گا کہ اس نے میری جان پر حملہ کیا تھا، کوئی کہے گا کہ اس نے میری آبرو پر حملہ کیا تھا۔ اس نے مجھے گالی دی تھی، اس نے میری غیبت کی تھی۔ لہٰذا آپ ہمارے حقوق اس سے دلوایئے ـــــ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس نے تمہارے جو حقوق ضائع کئے تھے، اس کی تلافی کے لئے یہاں درہم اور دینار نہیں ـــــ یہاں کی کرنسی تو نیک اعمال ہیں ـــــ اب اس کی تلافی کی صرف یہ شکل ہے کہ یہ شخص جو نیکیوں کا انبار لے کر آیا ہے، تو جس جس کا حق اس نے ضائع کیا ہے، اس کے عوض اس کی نیکیاں ان کو دیتے رہو۔ چنانچہ ایک صاحبِ حق اس کی نمازیں لے جائیے گا، اور دوسرا شخص اس کے روزے لے جائے گا ـــــ تیسرا شخص اس کے صدقات لے جائے گا، ایک شخص اس کا حج وعمرہ لے جائے گا، ایک شخص اس کی تسبیحات اور وظائف لے جائے گا ـــــ چنانچہ وہ شخص جتنے نیک اعمال لے کر آیا تھا، وہ سب دوسرے لوگ لے جائیں گے ـــــ یہاں تک کہ سارے نیک اعمال ختم ہو جائیں گے۔

دوسروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں

اس کے بعد بھی حق کا مطالبہ کرنے والے باقی رہ جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہمارا حق دلوایئے۔ ہمیں تو ابھی تک حق نہیں ملا ـــــ ہمیں بھی ہمارا حق دلوایا جائے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب حقوق دلوانے کی ایک شکل ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ جو صاحب حق ہیں، ان کے نامہ اعمال میں جو گناہ ہیں، وہ

گناہ اٹھا کر اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیے جائیں ___ سرکار دو عالم ﷺ فرمار ہے ہیں کہ حقیقی مفلس وہ ہے جو نیکیوں کے انبار لے کر آیا تھا، لیکن حقوق العباد کو تلف کرنے کے نتیجے میں وہ نیکیوں کے بجائے گناہوں کے انبار لے کر جائیگا، حقیقی معنی میں مفلس وہ ہے، کہ اس کے پاس اپنے بچاؤ کا کوئی سامان باقی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس انجام سے محفوظ فرمائے ___ آمین۔

حقوق العباد کے معاملے میں اللہ سے ڈرو

یاد رکھئے! حقوق العباد کا معاملہ اتنا نازک اور اتنا سنگین ہے، اور اتنا اہم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس حقوق العباد کے بہت سارے شعبے رکھے ہیں۔ مثلاً والدین کے حقوق، بہن بھائیوں کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق، عام مسلمانوں کے حقوق، یہاں تک کہ کافروں کے حقوق، یہاں تک جانوروں کے حقوق۔ ان سب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے احکام عطا فرمائے ہیں۔ ان سب احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر فلاح حاصل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ دنیا بے حقیقت ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲۰/دسمبر ۱۹۹۱ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ دنیا بے حقیقت ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ. وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ

وَاسۡتَحَلُّوۡا مَحَارِمَهُمۡ.

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث: ۴۵۷۸)

ظلم قیامت کے دن تاریکی کا سبب ہوگا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن ظلمتوں کا ذریعہ ہوگا۔ ظلمتیں اور اندھیریاں لے کر آئے گا ___ بلکہ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہونگی۔ یعنی ظلم قیامت کے دن خود اندھیرے کی شکل میں متشکل ہوکر آئے گا۔ اس سے بچو۔

پچھلی امتوں کی ہلاکت کا سبب

دوسرا جملہ ارشاد فرمایا کہ: بخل سے بچو۔ مال کی محبت، کنجوسی، اور بخل سے بچو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلی امتوں کو بھی تباہ و برباد کیا۔ کس طرح تباہ کیا؟ آگے فرمایا کہ اس بخل نے ان کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے خون بہائیں۔ اور اس کے نتیجے میں انہوں نے حرام چیزوں کو حلال کیا۔ اور حرام کاموں کا ارتکاب شروع کر دیا ___ اس کے نتیجے میں وہ سب ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ بہرحال! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں سے بچنے کا حکم دیا۔ ایک ظلم اور دوسرے بخل ___ ظلم کے بارے میں تفصیل گزشتہ جمعہ میں عرض کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

مال کی محبت کی علامات

دوسری چیز جس سے اس حدیث میں بچنے کا حکم دیا۔ وہ ہے ''شح'' شح کا ترجمہ ہم اردو زبان میں ''بخل'' ہی سے کر سکتے ہیں۔ اگر اس کی صحیح حقیقت بیان کی جائے تو وہ ہے۔ ''مال کی محبت''۔۔۔ مال کی اتنی محبت کہ آدمی اس کو حاصل کرنے کی خاطر حلال و حرام ایک کر دے۔ اگر اس کے حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کا حق پامال ہو تو اس کی پرواہ نہ کرے۔ اگر بندے کا حق پامال ہو تو اس کی بھی پرواہ نہ کرے۔ بس کسی طرح بھی پیسہ آنا چاہئے۔ اور اگر کسی وجہ سے پیسہ ہاتھ سے نکل گیا تو بس گویا کہ جان نکل گئی۔ اور پیسہ کا دوسرے کے پاس چلا جانا آدمی کو گراں محسوس ہو۔ اور آدمی پر شاق گزرے۔ بس اسی کا نام ''حب مال''، اسی کا نام ''شح'' ہے۔

''مال'' بذات خود مذموم چیز نہیں

یہ مال بذات خود کوئی مذموم چیز نہیں۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، دولت عطا فرمائی ہے۔ یہ اس کی نعمت ہے۔ اور قرآن کریم میں ''فضل اللہ'' فرمایا۔ اور اس کو ''خیر'' کے الفاظ سے تعبیر کیا۔ اور خیر کے معنی ہیں ''اچھائی'' اگر یہ مال جائز اور حلال طریقے سے مل جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور اس کا حق بجالاؤ۔ اور اس مال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق استعمال کرو۔۔۔ لیکن مال کی ایسی محبت جو دل کے اندر پیوست ہو جائے اور صبح سے لے کر شام تک مال کو حاصل کرنے کی دھن کے علاوہ کوئی اور خیال

ہی دل میں نہیں آتا۔ یہ ہے شح ـــــ یہ ہے بخل۔ یہ ہے ''حب مال'' جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور جو انسان کو ہلاک کرنے والا ہے۔

مال کی تھوڑی محبت ہونی چاہئے

لہٰذا مال تو انسان کے پاس ہو، لیکن مال کی محبت نہ ہو۔ مال کی تھوڑی بہت محبت تو انسان کی فطرت میں داخل ہے کیوں کہ انسان کو مال کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اس کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا تھوڑی سی محبت تو انسان کے دل میں ہونی چاہئے۔ تھوڑی سی محبت کی حد یہ ہے کہ انسان اس محبت کے نتیجے میں اپنے خلاف ہونے والے ظلم سے دفاع کر سکے۔ اگر اتنی محبت مال کی ہو تو وہ مذموم نہیں۔ مثلاً کوئی ڈاکو چور آپ کا مال چھیننے کے لئے آجائے۔ اگر اپنے مال کی محبت نہ ہو گی تو اس چور اور ڈاکو کے لوٹ کے لے جانے کی صورت میں انسان کوئی پرواہ نہ کرے گا اور مدافعت بھی نہ کرے گا تو ایسا کرنا تو ٹھیک نہیں۔ لہٰذا اتنی محبت ہونی چاہئے جس کے نتیجے میں انسان اپنے مال کے خلاف ہونے والے ظلم کا دفاع کر سکے۔ یہ محبت مذموم نہیں۔ اگرچہ ایسے بھی اللہ والے گزرے ہیں کہ ان کے دل میں اتنی محبت بھی نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنا مٹا لیا کہ اب دل میں دوسری محبت داخل ہی نہیں ہو سکتی۔

حضرت میاں جی نور محمد اور چور

حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق رہتے تھے۔کوئی شخص ان کو اشرفیوں کی تھیلی دے گیا۔ ان کو بازار سے کوئی ضرورت کا سامان خریدنے کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے سوچا کہ کہاں میں ان اشرفیوں کو نکال کر گنتی کروں۔ اور ان میں سے ضرورت کے مطابق لے جاؤں ــــ پوری تھیلی اٹھا کر بازار چلے گئے۔ بازار میں جا کر ایک دکان سے سامان خریدا۔ اور وہ تھیلی ان کو پکڑا دی کہ اپنے پیسے اس تھیلی میں سے لے لو۔ اس دکاندار نے اپنے پیسے لئے اور تھیلی واپس کر دی۔ ایک چور نے دیکھ لیا کہ یہ مولانا صاحب اشرفیوں کی تھیلی لے کر جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ چور آپ کے پیچھے لگ گیا۔ اور ایک جگہ موقع دیکھ کر وہ تھیلی پیچھے سے چھین لی اور لے کر بھاگ گیا ــــ میاں جی رحمۃ اللہ علیہ نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ کون تھیلی چھین کر لے گیا اور سوچا کہ کون اس کو دیکھے اور اس کا پیچھا کرے۔ اللہ کی یاد میں جو وقت گزر رہا ہے وہ غنیمت ہے۔

جیسا کہ بہادر شاہ ظفر مرحوم نے کہا ہے کہ:

یہ کہاں کا فسانۂ سود و زیاں
جو گیا سو گیا جو ملا سو ملا
کہو دل سے کہ فرصت عمر ہے کم
جو دلا خدا ہی کی یاد دلا

وہ پیسے اس کے لئے حلال کرتا ہوں

جب وہ چور تھیلی لے کر چلا گیا تو حضرت نے اسی وقت دعا فرمائی کہ یا اللہ! یہ بندہ میری تھیلی لے گیا اس بچارے کو ضرورت ہوگی۔ جب یہ اس رقم کو اپنی ضرورت میں استعمال کرے اور چوری کا گناہ بھی اس کو ملے تو مجھے کیا فائدہ؟ پیسے تو میرے چلے ہی گئے اس لئے یا اللہ میں یہ تھیلی اس کے لئے حلال کرتا ہوں۔ اور میں نے وہ پیسے اس کو صدقہ کر دیئے۔ تاکہ وہ پیسے اس کے لئے حلال ہو جائیں۔ تاکہ جب وہ کھائے تو حرام نہ کھائے۔ یہاں تو میاں جی صاحب نے یہ کام کیا۔

چور کو واپسی کا راستہ نہیں ملتا

دوسری طرف جب وہ چور تھیلی لے کر بھاگا ___ تو چونکہ میاں جی صاحب اللہ کے نیک بندے اور ولی تھے۔ اور ان کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا تو اس چور پر یہ عذاب آیا کہ وہ اس علاقے سے، محلے سے اپنے گھر جانے کے لئے نکلنا چاہتا ہے لیکن اس کو راستہ نہیں ملتا۔ گلیوں کے اندر گھوم رہا ہے کبھی اس گلی میں کبھی دوسری گلی میں۔ باہر نکلنے کا راستہ ہی نہیں ملتا۔ آخر اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص اللہ کے نیک بندے ہیں جن کی تھیلی میں نے چھینی ہے، اور جب تک میں ان کی تھیلی واپس نہیں کروں گا اور ان سے معافی نہیں مانگوں گا اس وقت تک مجھے واپسی کا راستہ نہیں ملے گا۔ چنانچہ وہ مڑا اور میاں جی صاحب کے مکان پر پہنچا۔ اور جا کر دستک دی۔ میاں جی نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ چور نے کہا

کہ حضرت میں نے آپ کی تھیلی چھین لی تھی وہ تھیلی آپ کو واپس دینے آیا ہوں۔ آپ واپس لے لیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ تھیلی اب میری نہیں رہی۔ جس وقت تم نے مجھ سے وہ تھیلی چھینی تھی میں نے اسی وقت تمہیں صدقہ کر دی تھی۔ لہٰذا اب وہ میری رہی نہیں۔ اس چور نے کہا کہ حضرت میں تو عذاب میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اس لئے کہ میں گھر جانا چاہتا ہوں مجھے راستہ نہیں مل رہا ہے خدا کے لئے آپ یہ تھیلی واپس لے لیں ـــــ اب آپس میں تکرار شروع ہو گئی۔ چور کہتا کہ تھیلی لے لیں۔ حضرت کہتے کہ یہ تھیلی میری نہیں، میں نہیں لیتا۔ محلے کے لوگ جمع ہو گئے۔ پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ چور نے پورا قصہ سنایا اور کہا کہ اب تھیلی دینا چاہتا ہوں یہ نہیں لیتے۔ لوگوں نے حضرت سے کہا کہ حضرت جب یہ شخص معافی مانگ رہا ہے تو اس کو معاف کر دیں اور تھیلی لے لیں۔ حضرت نے کہا کہ یہ تھیلی میری ملکیت نہیں رہی میں اس کو کیسے واپس لے لوں؟ میں یہ تھیلی اس کو ہبہ کر چکا ہوں۔ اس چور نے کہا کہ خدا کے لئے آپ دعا فرما دیں کہ مجھے راستہ مل جائے۔ تاکہ میں یہاں سے نکل جاؤں۔ حضرت نے دعا فرما دی۔ اور اس کے بعد اس کو راستہ مل گیا اور اس چور کی جان چھوٹی۔

تم اپنے مال کی طرف سے دفاع کرو

بہرحال! دنیا میں ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں کہ ایک چور ان کے ہاتھ سے پیسے چھین کر جا رہا ہے وہ اس سے پوچھ لیں کہ تو کہاں لے جا رہا ہے؟ـــــ لیکن ہمیں آپ کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ تم بھی ویسا ہی کرو جیسے حضرت میاں جی نے

کیا تھا۔ ہمیں آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ لہٰذا اس مال کی طرف سے دفاع کرنا بھی تمہارا کام ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا گیا کہ:

لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ

یہ نہ کسی کو دھوکہ دیتے تھے اور نہ کسی سے دھوکہ کھاتے تھے۔ بہر حال ہمارے اور آپ کے لئے حکم یہ ہے کہ مال کی طرف سے دفاع کرو۔ لہٰذا اس دفاع کے لئے جتنے تعلق کی ضرورت ہے وہ معاف ہے۔ لیکن اس سے آگے مال کی محبت کا دل میں اس طرح سرایت کر جانا کہ وہ مال جس طریقے سے آگیا بس اس کو رکھ لیا۔ چاہے وہ حلال طریقے سے آیا۔ یا حرام طریقے سے آیا، چاہے ظلم کر کے اور دوسرے کا حق مار کر ملا ہو۔ بس مال آنا چاہئے۔ مال کی ایسی محبت بالکل حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایسی محبت سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

مال کی محبت کو اعتدال میں لائے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ط (سورۃ النساء: ۱۲۸)

کہ انسان کے نفس میں شح یعنی حُب مال بسا ہوا ہے۔ مال کی محبت سرایت کئے ہوئے ہے لیکن انسان کا کام یہ ہے کہ وہ مال کی اس محبت کو جو اس کے دل میں بسی ہوئی ہے، اعتدال پر لائے۔ اللہ کے حکم کے تابع بنائے، اور جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نصیب نہ ہو یہ چیز حاصل نہیں ہوتی ـــــ لہٰذا ایسے اللہ والوں

کی صحبت اختیار کرے جن کے دل مال کی محبت سے پاک ہو، اور جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اعتدال پیدا فرما دیا ہو، ان کی صحبت اختیار کرے ـــــ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ "مال" بذات خود برا نہیں لیکن اس کی محبت بری ہے۔

مال اور انسان کی بہترین مثال

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

فرمایا کہ مال انسان کی زندگی کے لئے ایسا ہے جیسے کشتی کے لئے پانی، انسان کشتی اور مال پانی ـــــ جس طرح کشتی بغیر پانی کے نہیں چل سکتی اس طرح انسان بغیر مال کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر انسان کو کھانے کو نہ ملے تو وہ کیسے زندہ رہے گا۔ لیکن یہ پانی کشتی کے لئے اس وقت رحمت ہے جب وہ پانی کشتی کے چاروں طرف ہو، ارد گرد ہو لیکن وہ پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو وہ پانی کشتی کو ڈبو دے گا ـــــ وہی پانی جو کشتی کو چلانے والا تھا وہی اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا ـــــ اسی طرح یہ مال جب تک تمہارے چاروں طرف ہے تو یہ مال اللہ کا فضل ہے، خیر ہے، تمہاری زندگی کو چلانے والا ہے۔ لیکن جس دن اس مال کی محبت تمہارے دل میں گھس گئی تو پانی اس کشتی میں گھس آیا۔ اب وہ پانی اس کشتی کو تباہ کر دے گا۔ اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

دنیا کا طلب گار نہیں ہوں

اسی لئے اس حدیث میں نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں کہ "اِتَّقُوا الشُّحَّ"

خبردار یہ محبت تمہارے دل کے اندر داخل نہ ہوجائے۔ بقول شخصے:

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دنیا میں ہوں۔ لیکن دنیا کی طلب اور اس کی محبت دل کے اندر نہیں۔ اگر جائز طریقے سے دولت آگئی تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس کا شکر ادا کرو۔ اس کو استعمال کرو۔ لیکن اگر دولت جائز طریقے سے نہیں آرہی ہے تو اس کو ناجائز اور حرام طریقوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور اگر دولت نہ ملے تو غمگین ہوکر بیٹھ جانا کہ فلاں کو اتنی دولت مل گئی مجھے نہیں ملی۔ یہ غم اور صدمہ مہلک ہے، یہ بیماری ہے اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس سے نجات عطا فرمائے ـــــ آمین۔

مال کے بارے میں ہمارا طرز عمل کیا ہے

آج ہم اگرچہ زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں مال سے محبت نہیں ہے۔ لیکن ہم اپنے طرز عمل کو دیکھیں کہ آیا مال حاصل کرنے کے لئے ناجائز طریقوں کو اختیار کر رہے ہو یا نہیں؟ اگر تم ناجائز طریقوں کو اختیار نہیں کر رہے ہو اور تمہارے سامنے ناجائز طریقے سے بڑے مال کی پیشکش کی جاتی ہے اور

جواب میں کہتے ہو کہ نہیں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ مجھے یہ مال نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔اس کے حکم کے خلاف ہے۔ اگر تم ایسا کر رہے ہو تو تمہیں تمہارا طرز عمل مبارک ہو۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حُب مال سے محفوظ ہو ــــ لیکن اگر دل میں یہ خیال ہے کہ یہ اتنا بڑا مال ہے کسی طرح مجھے مل ہی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں مال کی محبت گھسی ہوئی ہے۔

وہ بزرگ صبح وشام تجارت میں مشغول تھے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک صاحب نے ایک بزرگ کی بہت شہرت سنی کہ وہ بزرگ بہت اللہ والے ہیں اور ان کی صحبت میں لوگوں کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ وہ صاحب سفر کر کے ان کی خدمت میں پہنچے ــــ ذہن میں ان کے یہ تھا کہ ان بزرگ کی کوئی خانقاہ ہوگی۔ مریدین کا حلقہ ہوگا، پیر صاحب بیٹھے ہوئے ہر وقت وعظ ونصیحت کی باتیں کرتے ہوں گے ــــ لیکن جب وہاں جا کر دیکھا تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ وہاں تو وہ بزرگ صبح سے شام تجارت میں مشغول ہیں، مال آرہا ہے، مال جا رہا ہے۔ اس کی خرید وفروخت میں مشغول ہیں۔ صبح سے شام تک دکان پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تجارت چل رہی ہے ــــ ان صاحب کو بڑی مایوسی ہوئی کہ میں تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ یہ بڑے اللہ والے آدمی ہیں۔ یہ تو دنیا دار آدمی ہیں۔ اور صبح سے لے کر شام تک تجارت ہی میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ دور سے سفر کر کے آئے

تھے۔ اس لئے سوچا کہ دو چار دن یہاں قیام کر کے دیکھوں۔

ذرا میں وہ چادر اٹھا لاؤں

ایک عصر کے بعد شیخ صاحب چہل قدمی کے لئے نکلے۔ انہوں نے بھی اجازت لے لی کہ میں بھی آپ کے ساتھ چہل قدمی کے لئے چلوں۔ انہوں نے اجازت دیدی۔۔۔۔ چلتے چلتے مرید نے کہا کہ حضرت: میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دیدے تو میں آپ کے ساتھ حج پر جاؤں۔ تاکہ زیادہ سے وقت آپ کے ساتھ گزرے۔ اور حج کی عبادت بھی آپ کے ساتھ انجام دوں۔۔۔۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اچھا: تمہارا یہ دل چاہتا ہے؟ اس نے کہ ہاں: میرا بڑا دل چاہتا ہے۔ فرمایا کہ چلو۔ ان صاحب نے فرمایا کہ ابھی؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ ابھی چلو۔ اور یہ سڑک جس پر ہم چل رہے ہیں یہ اسی طرف جا رہی ہے۔ چلو۔۔۔۔ ان صاحب نے کہا کہ خانقاہ کے کمرے میں میری چادر رہ گئی ہے۔ میں ذرا وہ چادر اٹھا لاؤں۔ پھر چلتے ہیں۔۔۔۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ تمہیں اپنی چادر کی تو اتنی فکر ہے کہ اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور تم نے یہ نہ دیکھا کہ ہماری تجارت پھیلی ہوئی ہے۔ مال آرہا ہے مال جا رہا ہے۔ دکان کھلی ہوئی ہے۔ اور آدمی کام کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود ہم ابھی چلنے کے لئے تیار ہیں۔ اور تمہیں ایک چادر کی فکر پڑ گئی کہ وہ چادر کسی طرح اٹھا لاؤں۔

وہ چادر تمہارے لئے دنیا ہے

اس کے بعد فرمایا کہ اس چادر کی محبت تمہارے دل میں سمائی ہوئی ہے۔

اس لئے اس چادر کو چھوڑ کر جانا تمہیں گوارا نہیں۔ وہ چادر تمہارے لئے دنیا ہے۔ وہ چادر تمہارے لئے حب مال کا سبب ہے ___ اور میری یہ جو تجارت پھیلی ہوئی نظر آرہی ہے۔ یہ پھیلی ہوئی ضرور ہے۔ لیکن الحمدللہ اس کی محبت ایک حبہ کے برابر بھی دل میں نہیں ہے۔ اور جس وقت چاہوں ان کو چھوڑ کر جا سکتا ہوں ___ لہٰذا یہ تجارت میرے لئے دنیا نہیں۔ اور تمہارے لئے یہ چادر دنیا ہے لہٰذا تھوڑے اور زیادہ کا سوال نہیں۔ بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ دل میں ہے یا نہیں۔ اگر دل میں ہے تو وہ دنیا ہے۔ اور اگر دل میں نہیں۔ تو چاہے جتنی بھی ہو۔ وہ دنیا نہیں۔

وہ باغ اور گھر میرے دل سے نکل گیا

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ ہے ___ جب پاکستان بنا اور دیوبند سے رخصت ہونے کا وقت آیا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے باغ لگانے کا بہت شوق تھا اور باغ بھی آم کا، اس لئے کہ پھلوں میں آم آپ کو بہت پسند تھا۔ ابتداء میں مالی تنگی کی وجہ سے باغ نہیں لگا سکے تھے۔ آخر میں جب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمائی تو اس وقت آم کا باغ لگایا اور اپنا گھر بنانے کا شوق تھا۔ اس وقت اپنا گھر بھی بنایا۔ اور ہر روز عصر سے مغرب تک کا وقت اسی باغ میں اس کی دیکھ بھال کے لئے وہیں گزارتے تھے۔ اس وقت پاکستان بننے کا اعلان ہو گیا اور آپ کا پاکستان ہجرت کرنے کا ارادہ ہو گیا۔ جس سال ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ اسی سال آم کے

درختوں پر پہلی مرتبہ پھول آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ باغ اور وہ گھر چھوڑ کر پاکستان تشریف لے آئے ــــــ جب یہ ہجرت کا واقعہ والد صاحب سنایا کرتے تھے اس وقت ایک جملہ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ:

''الحمدللہ میں بارہا اپنے دل کو ٹٹول چکا ہوں کہ جس دن میں نے اس باغ اور گھر سے قدم نکالا، باغ اور گھر میرے دل سے نکل گیا۔ اس کے بعد کبھی بھی یاد میں نہیں آیا کہ کیا چیز چھوڑ کر آیا ہوں۔''

وہ ٹھیکرے کیا نکل گئے کہ دنیا لٹ گئی

سچی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حقیقت کا ادراک ہمیں عطا فرما دے تو حقیقت یہ ہے کہ یہ مال، یہ دولت، یہ کوٹھیاں۔ یہ بنگلے یہ کاریں وغیرہ جو کچھ بھی دولت کے اسباب ہیں یہ سب اتنے بے حقیقت ہیں کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ــــــ آپ نے چھوٹے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ ہم میں سے کون ہے جو اس دور سے نہیں گزرا۔ یہ بچے چھوٹے چھوٹے ٹھیکروں سے کھیلنا شروع کر دیتے ہیں اب بچے نے وہ ٹھیکرے جیت لئے۔ اور دوسرا ہار گیا۔ اب وہ ہار جانے والا بچہ اتنا روتا کہ یہ ٹھیکرے ہاتھ سے کیا نکل گئے گویا کہ اس کی دنیا ہی لٹ گئی۔

آج اس واقعے کو سوچ کر ہنسی آتی ہے

خود میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن کا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ

میں بچپن میں اپنے تایا زاد بھائی کے ساتھ کھیلتا تھا۔ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ اور دیوبند میں سرکنڈوں کے پوروں سے کھیلا کرتے تھے وہ پورے اوپر سے نیچے کی طرف لڑھکایا کرتے تھے جس کا پورا آگے نکل گیا وہ جیت جاتا تھا اور دوسرے بچے کا پورا اپنے قبضہ میں کر لیتا تھا۔ ان پوروں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی تھی ___ ایک مرتبہ میں اپنے بھائی کے ساتھ کھیل رہا تھا، وہ اتنے ہوشیار تھے کہ انہوں نے میرے سارے پورے جیت لئے۔ اور میں خالی ہاتھ رہ گیا۔ مجھے آج بھی وہ کیفیت یاد ہے کہ اس دن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری ساری دنیا لٹ گئی۔ اتنا غم، اتنا صدمہ، اتنی تکلیف محسوس ہوئی گویا کہ میرا تو سارا مال جاتا رہا۔ آج جب میں اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو یہ سوچتا ہوں کہ کتنی حماقت کی بات تھی۔ اور میں کس بات پر غم اور افسوس کر رہا تھا۔ کتنی بے حقیقت چیز تھی جس پر میں رو رہا تھا۔ آج کسی کے سامنے بیان کروں تو بیان کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے اور ہنسی بھی آتی ہے۔

دنیا کی ہر چیز ٹھیکروں کی مانند

حقیقت یہ ہے کہ جس زمین اور جائیدا ؛ ہم جھگڑا کر رہے ہیں، جس مال و دولت کے پیچھے آج ہم دوڑ رہے ہیں۔ جس کو ہم نے ساری کائنات سمجھا ہوا ہے۔ ایک وقت آنے والا ہے، جب تم وہاں پہنچ کر اس مال و جائیداد پر اتنا ہی افسوس کرو گے جیسا کہ بچپن میں ان ٹھیکروں کے ضائع ہونے پر افسوس کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کرو گے اس لئے کہ بچپن میں جس سے کھیلتے

تھے اس کی تو پھر بھی کوئی حقیقت تھی۔ کوئی قدر و قیمت تھی ـــــ اور آج تمہیں جو دولت میسر ہے۔ یہ زمین، یہ جائیداد، یہ بنگلے، یہ کاریں وغیرہ، ان کو آخرت میں جو نعمتیں ملنے والی ہیں، ان سے کوئی نسبت نہیں۔

جہنم کے باہر کونے پر پہنچادیں

چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب جنت والے سب لوگ جنت میں چلے جائیں گے یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جنت میں چلا جائے گا۔ تو ایک آدمی جو جہنم میں جل رہا ہوگا وہ جلتے جلتے اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ میں یہاں جہنم میں ایک عرصہ سے جل رہا ہوں اور مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ اپنی رحمت سے مجھے تھوڑی دیر کے لئے باہر جہنم کے کونے پر پہنچادیں۔ تاکہ تھوڑی دیر کیلئے میری تکلیف کم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ جب تو وہاں پہنچے گا تو کہے گا کہ مجھے اور آگے پہنچادو۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ میں آئندہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ بس مجھے وہاں تک پہنچادیں ـــــ اللہ تعالیٰ اس کو وہاں تک پہنچادیں گے۔ جب وہ پہنچے گا تو تھوڑی دیر تو وہ خاموش رہے گا اور پھر کہے گا کہ یا اللہ آپ نے مجھے یہاں تک پہنچادیا لیکن یہاں بھی جہنم کی آگ کی لپٹ آرہی ہے، گرمی آرہی ہے اس لئے مجھے تھوڑی دیر کے لئے ایسی جگہ پہنچا دے کہ جہاں آگ کی لپٹ اور گرمی نہ آئے۔ اور پھر مجھے واپس بھیج دینا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ تو نے پہلے بھی وعدہ خلافی کی، پہلے تو یہ کہہ رہا تھا کہ میں آگے

جانے کے لئے نہیں کہوں گا اور اب تو کہہ رہا ہے کہ مجھے آگے پہنچا دو۔ اور جب وہاں پہنچا دوں گا تو تو کہے گا کہ اور آگے لے جاؤ۔ وہ بندہ کہے گا کہ نہیں آگے کے لئے نہیں کہوں گا۔

مجھے اس درخت کے نیچے پہنچا دیں

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ پہنچا دیں گے جہاں جہنم کی لپٹ نہیں آ رہی ہوگی۔ وہاں سے آگے اس کو ایک درخت نظر آئے گا چنانچہ وہ کہے گا کہ یا اللہ تو نے مجھے جہنم کی آگ سے نکال کر یہاں تک تو پہنچا دیا۔ یا اللہ۔ یہ سامنے جو درخت نظر آ رہا ہے اس کے نیچے ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے بس تھوڑی دیر کے لئے مجھے اس درخت کے نیچے پہنچا دیں ــــــ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ تو نے پھر وعدہ خلافی کی اور اگر وہاں تک پہنچا دیا تو پھر آگے جانے کے لئے کہے گا۔ وہ کہے گا کہ نہیں۔ اب آگے نہیں مانگوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو درخت کے نیچے پہنچا دیں گے۔

ادنیٰ جنتی کو پورے کرۂ ارض سے دس گنا زیادہ بڑی جنت

جب درخت کے پاس پہنچے گا تو وہاں سے اس کو جنت نظر آئے گی۔ چنانچہ پھر وہ کہے گا کہ یا اللہ۔ آپ اتنے رحیم و کریم ہیں کہ آپ نے مجھے جہنم سے نکال کر یہاں تک پہنچا دیا ــــــ اور جب یہاں تک پہنچا دیا تو اب جنت کتنی دور رہ گئی ہے۔ اس لئے یا اللہ: مجھے اس جنت کی سیر کرا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے اتنی وعدہ خلافیاں کی ہیں۔ اس کا تقاضہ تو کچھ اور تھا۔ لیکن

جب تو میری رحمت پر بھروسہ کر کے مانگ رہا ہے تو پھر جا۔ تجھ کو میں نے جنت دیدی۔ اور اتنی بڑی جنت دیدی کہ جتنا پورا کرہ ارض ہے۔ اس سے ستر گنا زیادہ جنت دے دی ــــ اس بندہ کو اس بات کا یقین نہیں آئے گا کہ پوری زمین سے ستر گناہ زیادہ بڑی جنت؟ چنانچہ وہ بندہ کہے گا کہ آپ مالک الملک اور قادر المطلق ہیں اور آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں؟؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ مذاق نہیں کر رہا۔ واقعتاً تجھے میں نے جنت میں اتنی بڑی زمین دے دی جو پورے کرہ ارض سے ستر گنا زیادہ ہے ــــ یہ وہ بندہ ہے جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ یعنی وہ شخص جو پوری کائنات میں سب سے بدعمل شخص ہو گا لیکن اس کے دل میں ایمان کا ذرہ ہو گا۔ اس کو جنت میں جو جگہ ملے گی وہ پورے کرہ ارض سے ستر گنا زیادہ بڑی جگہ ہو گی۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الاذان، باب فضل السجود۔ حدیث نمبر ۸۰۶)

اب اندازہ کر لیں کہ تمہاری یہ ایک ایکڑ زمین اور دو ایکڑ زمین، تین ایکڑ زمین جنت کی وسعت کے آگے کیا حقیقت رکھتی ہے؟ اس ایک ایکڑ زمین پر دن رات جھگڑے ہیں۔ لڑائیاں ہیں۔ مقدمہ بازیاں ہیں کہ فلاں نے میرا مال لوٹ لیا۔ فلاں نے میرا مال کھالیا، وہ جنت تو لامتناہی ہے۔ اس کے آگے اس پوری دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔

ایک چھوٹا بچہ اور دنیا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے وہ انسان ماں کے اس پیٹ کو پوری کائنات سمجھتا ہے۔ اسی کو اپنی پوری دنیا سمجھتا

ہے ___ کوئی اس بچے سے کہے کہ یہ ماں کا پیٹ تو ایک تنگ اور تاریک جگہ ہے۔ اور اس جگہ کے مقابلے میں لاکھوں کروڑوں گنا بڑی جگہ باہر ہے۔ تو یہ بات اس بچے کی عقل میں نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ اس نے ایسی وسعت کبھی دیکھی ہی نہیں۔ وہ تو اپنی ماں کے پیٹ ہی کو پوری کائنات سمجھتا ہے۔ اس سے بڑی جگہ اور کہاں ہو سکتی ہے۔ یہی میری دنیا ہے اور یہی میری کائنات ہے ___ جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر نکلے گا تو کہے گا کہ واقعتاً میں تو بہت تنگ اور تاریک جگہ میں تھا۔ اور اب وہ کمرہ جس میں وہ لیٹا ہوگا اس کمرہ کو ہی اپنی کائنات سمجھے گا ___ اس سے کوئی کہے کہ ارے بھائی اب بھی تو دھوکے میں ہے۔ ارے اس گھر کے اندر اتنے بڑے بڑے سات کمرے ہیں۔ اور جیسے یہ ایک گھر ہے اس جیسے لاکھوں گھر اس دنیا کے اندر موجود ہیں۔ وہ بچہ ان باتوں پر یقین کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس بچے نے باہر کی دنیا دیکھی نہیں اس کے بعد جب وہ بچہ بڑا ہوا۔ اور گھر سے باہر نکلا تو اور زیادہ وسعت نظر آئی اور گاؤں سے شہر میں آیا تو اور زیادہ وسعت نظر آئی پھر شہر سے جب پورے ملک میں پھرا تو اور زیادہ وسعت نظر آئی اور جب ملک سے باہر نکلا تو دنیا کی وسعت نظر آئی۔

جنت کی وسعت برحق ہے

لیکن نامعقول انسان کی حالت یہ ہے کہ ہر ہر مرحلے پر وسعت دیکھتا آ رہا ہے کہ میں کتنی تنگ تنگ جگہوں کو پوری کائنات سمجھتا آ رہا ہوں ___ اور جب

آخر میں اس دنیا کی وسعت کو دیکھا تو اب یہ سمجھنے لگا کہ اس سے آگے اور کچھ نہیں ___ اس لئے آج ہمیں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اس پوری دینا سے ستر گنا بڑی جگہ اس جنتی کو ملے گی جو سب سے آخر میں جنت کا حق دار ہوگا ___ وہ اس پر حیران ہو رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل برحق ہے۔

دنیا سائے کے مثل ہے

بہر حال! یہ دنیا اور یہ مال و اسباب اور یہ دولت وغیرہ جنت کی نعمتوں کے آگے اور آخرت کی نعمتوں کے آگے بالکل بے حقیقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یاد رکھو، اس دنیا کی مثال سائے جیسی ہے۔ انسان کا سایہ انسان کے پیچھے آتا ہے۔ اگر انسان اس سائے کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگے گا تو سایہ ہمیشہ اس سے آگے آگے رہے گا۔ وہ کبھی اس کو پکڑ نہیں سکے گا۔ اور اگر انسان اس سایہ سے منہ موڑ کر دوسری طرف چل دے گا تو وہ سایہ اس کے پیچھے پیچھے آئے گا ___ اسی طرح اگر تم دنیا کو پکڑنا چاہو گے اس کے تعاقب میں رہو گے تو وہ دنیا تم سے آگے آگے بھاگے گی۔ اور جس دن تم نے سچے دل سے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا تو پھر یہ دنیا تمہارے قدموں میں آکر گرے گی۔ تمہارے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، "تَأْتِيهِ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ" لیکن سچے دل سے اس دنیا کو ٹھکرانا ضروری ہے کہ مجھے اس دنیا کی محبت نہیں۔ ہاں پھر جو دنیا مل جائے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کا کرم ہے۔ اس کو استعمال کرو۔ اور اس پر شکر

ادا کرو۔

بخل چھوڑ دو، دنیا کی محبت نکال دو

بہر حال! اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ''شُح'' کو چھوڑ دو۔ دنیا کی محبت دل سے نکال دو۔ اور بخل کو چھوڑ دو اور یہ سوچو کہ چند دنوں کی زندگی ہے۔ اس چند دنوں کی زندگی میں جو کچھ مل رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اور جو نہیں مل رہا ہے اس کو جائز طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا جائز ہے۔ اس سے آگے زیادہ اس کے کھج کاؤ میں پڑنا یہ مسلمان کا شیوہ نہیں۔ کسی نے خوب کہا کہ:

یہ کہاں کا فسانۂ سود و زیاں
جو گیا سو گیا جو ملا سو ملا
کہو دل سے کہ فرصت عمر ہے کم
جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

پوری دنیا ایک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں

ایک اور حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی کہ:

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ
مَاسَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا، حدیث نمبر ۲۳۲۰)

فرمایا کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اس دنیا کی حقیقت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس دنیا کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا ـــــ لیکن چونکہ یہ دنیا بے حقیقت ہے اس لئے کافروں کو بھی دے رہے ہیں کہ جو چاہو کرو۔ لہٰذا اس دنیا کی بے حقیقت ہونے کا تھوڑا سا مراقبہ کیا کرو۔ کہ یہ دنیا جس کے لئے میں دن رات صرف کر رہا ہوں جس کے لئے میری ساری دوڑ دھوپ وقف ہے۔ اور جس کے ساتھ میرے غم اور خوشی وابستہ ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ رات کو سونے سے پہلے اس کا تھوڑا سا مراقبہ کر لیا کرو ـــــ اس کے نتیجے میں دنیا کی محبت کم ہوتی جائے گی۔ اور جب اس کی محبت کم ہو جاتی ہے تو اس کے بعد جو دنیا ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ فکر اور یہ سمجھ عطا فرما دے ـــــ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وساوس اور خیالات کی حقیقت

شیخ الاسلام
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط وترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۱ء
بروز	:	بروز جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وساوس اور خیالات کی حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۸۴)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ

رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز: یہ کتاب ''ریاض الصالحین'' جو حدیث کی کتاب ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں مختلف شعبہ زندگی سے متعلق احادیث جمع فرمادی ہیں۔ اس کتاب میں آگے ایک نیا باب قائم فرمایا ہے جس کا عنوان ہے، ''بَابُ الْاِنْقِیَادِ لِحُکْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی'' یعنی اللہ جل شانہ کے حکم کے آگے سر جھکا دینے کے واجب ہونے کا بیان، یعنی اس بات کا بیان کہ جب کسی بھی معاملے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آجائے تو بندے کا کام یہ ہے کہ اس حکم کے آگے سر جھکا دے۔ اور اس حکم میں کوئی چوں و چرا نہ کرے۔ اور اس حکم، حکمت اور مصلحت کے درپے نہ ہو۔ بلکہ جو حکم دیا گیا ہے پہلا کام یہ ہے کہ اس حکم کو مان لے۔ چاہے وہ حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے ___ اگر اس حکم میں کوئی اشکال یا اعتراض ہو، یا شبہ ہو۔ اس شبہ اور اشکال کو کسی جاننے والے کے سامنے رکھ کر پوچھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن پہلا کام یہ ہے کہ اس کے آگے سر جھکالے۔ اس کو تسلیم کرلے۔

صرف ایک طویل حدیث

اس باب میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک حدیث نقل کی ہے۔ اس لئے کہ پورا قرآن کریم و حدیث اس حکم کی تائید میں بھرے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے کے بعد بندے کا کام اس حکم کو تسلیم کرنا ہے۔ مان لینا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اس لئے بہت زیادہ احادیث نہیں لائے۔ صرف ایک

حدیث لائے ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۗ الآية البقرة: ٢٨٣) اشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ بَرَكُوا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوا: أَيْ رَسُولَ اللهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نُطِيقُ: الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ، وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيقُهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا: (سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ)، فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ، وَذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ فِي إِثْرِهَا: (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۗ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۗ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۗ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ

الْمَصِيْرُ) فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا (۴) اللهُ تَعَالٰى،
فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا
وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا
لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ) قَالَ: نَعَمْ
(رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا (۱) كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ) قَالَ: نَعَمْ (رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ) قَالَ: نَعَمْ (وَاعْفُ عَنَّا ۥ
وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ) قَالَ: نَعَمْ.

(ریاض الصالحین۔ باب الانقیاد لحکم اللہ تعالیٰ۔ حدیث نمبر
(مسلم شریف۔ کتاب الایمان، باب بیان انہ سبحانہ و تعالیٰ بم یکلف الا، حدیث نمبر ۱۲۵)

یہ طویل حدیث ہے۔ اس کا متن اور اس کے الفاظ میں نے اس لئے پڑھے کہ حدیث کے الفاظ میں بھی برکت ہے۔ اس لئے اس کا پڑھنا باعث اجر و ثواب بھی ہے۔ اور باعث خیر و برکت بھی ہے۔

یہ تو بڑا سخت حکم آیا ہے

اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی،

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا
مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ

یہ سورۃ البقرہ کے آخری رکوع کی آیت ہے۔ اس آیت میں فرمایا کہ تم جو کچھ اپنے دلوں کی باتوں کو زبان سے ظاہر کرتے ہو یا کوئی بات تم دلوں میں چھپا لیتے ہو، دونوں پر اللہ تعالیٰ تم سے حساب لیں گے ___ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو ہر وقت اور ہر آن آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کی فکر لگی ہوئی تھی۔ ان کو بڑی تشویش اور فکر دامن گیر ہوئی کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دل میں جتنے خیالات آ رہے ہیں، چاہے وہ زبان پر آئیں یا نہ آئیں۔ مثلاً اگر دل میں کوئی برا وسوسہ اور خیال آ گیا تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں گرفت ہو گی۔ اس پر بھی جزا اور سزا مرتب ہو گی۔ لہٰذا یہ معاملہ تو بڑا سنگین اور بڑا سخت ہے۔

خیالات پر کنٹرول اختیار میں نہیں

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام حاضر ہوئے اور اپنے گھٹنوں کے بل دوزانو ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور حدیث کے جو الفاظ ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی عاجزی کے ساتھ انتہائی تواضع کے ساتھ گھٹنوں کو زمین پر ٹیک کر اور ایڑیوں کو کھڑا کر کے بیٹھتا ہے۔ اسی طرح بیٹھ گئے۔ اور آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سے اعمال کا حکم دیا ہے۔ مثلاً نماز کا، روزے کا، جہاد کا، صدقہ کا، یہ سارے اعمال ایسے ہیں جو ہمارے اختیار اور اور ہماری طاقت کے اندر داخل ہے ___ اور ہم ان کو انجام دے سکتے ہیں۔ لیکن اب ایک آیت ایسی

نازل ہوگئی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ تمہارے دلوں میں جو پوشیدہ باتیں اور جو خیالات آتے ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ گرفت فرمائیں گے۔ اور ان کا حساب بھی ہوگا۔ یہ حکم ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہماری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ خیالات پر کنٹرول اور اختیار نہیں۔ کس وقت کوئی خیال آجاتا ہے، کسی وقت کوئی خیال آجاتا ہے۔ اس لئے اس آیت پر عمل کرنا بظاہر طاقت سے باہر معلوم ہوتا ہے۔

پہلے سر تسلیم خم کرو

اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی اس آیت کے مقابلے میں وہ بات کہنا چاہتے ہو جو پچھلی امتوں کے یہود و نصاریٰ نے کہی تھی کہ "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" یعنی انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ: ہم نے آپ کا حکم سن لیا لیکن ہم اس کی نافرمانی کریں گے ــــ معاذ اللہ ــــ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب میں فوراً فرمایا: یارسول اللہ، ہمارا یہ مقصد نہیں کہ "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" آپ نے فرمایا کہ پھر تم پہلے یہ کہو کہ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کہ ہم نے حکم سن لیا اور اس کو مان لیا۔ جو شبہ اور اشکال ہو رہا ہے اس کا ذکر بعد میں کرو۔ لیکن پہلے سر تسلیم خم کرو۔ اور پہلے اس حکم کے آگے سر جھکالو کہ جو حکم دیا گیا ہے ہم نے اس کو مان لیا۔ ہماری سمجھ میں آرہا ہو تو بھی مان لیا، سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو بھی مان لیا۔ یہ حکم ہمیں اپنی طاقت کے مطابق معلوم ہوتا ہو تو بھی مان لیا۔ طاقت سے باہر معلوم ہوتا ہو تو بھی مان لیا۔ پہلے یہ کہو۔

ہم نے مان لیا اور اطاعت کر لی

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب تمہیں یہ جو شبہ ہو رہا ہے کہ یہ جو غیر اختیاری خیالات اور وسوسے ہمارے دلوں میں آ رہے ہیں ان کا کیا بنے گا ؟ لہٰذا دوسرے نمبر پر یہ کام کرو کہ یہ کہو:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾

اے اللہ: اے ہمارے پروردگار: ہم آپ کی مغفرت چاہتے ہیں۔ ہم نے مان لیا اور اطاعت کر لی اور آپ نے جو حکم دیا وہ برحق ہے ___ لیکن ہمیں اپنے نفس سے خطرہ ہے کہ کہیں یہ ہمیں غلط کام پر نہ ڈال دے۔ ہم سے غلطیاں اور کوتاہیاں ہونگی، اے پروردگار: ہماری مغفرت فرمایئے اور آپ ہی کے پاس ہمیں لوٹ کر جانا ہے ___ اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو جتنے صحابہ کرام اس وقت آپ کی مجلس میں حاضر تھے سب نے اسی وقت، اسی مجلس میں یہ الفاظ بار بار دہرائے کہ:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾

سب نے مل کر یہ الفاظ دہرائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اتنی مرتبہ دہرائے کہ ان کی زبان پر یہ الفاظ چڑھ گئے۔

اللہ تعالیٰ وسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں ہے

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بار بار یہ کلمات پڑھتے رہے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسری آیت نازل ہوئی۔ اور یہ وہ آیت ہے جو ان آیات کے

بعد ہے اور یہ سورہ بقرہ کی آخری آیت ہے۔ فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ (سورہ بقرہ، آیت ۲۸۶)

یعنی جب تم نے حکم مان لیا اور سر تسلیم خم کر دیا اور اطاعت کا مظاہر کر دیا تو اب خوشخبری سنو کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ کسی بات کا مکلف نہیں فرماتے جتنی اس کے اندر وسعت ہے، اسی کے مطابق اس کو مکلف کیا جائے گا۔ اس سے زیادہ نہیں ___ جو کچھ اپنے اختیار سے انسان عمل کرے تو اس پر اس کو نفع بھی ملے گا اور نقصان بھی ہوگا۔ یعنی اگر نیک عمل کرے گا تو نفع ملے گا اور اگر برا عمل کرے گا تو نقصان ہوگا ___ اس آیت کے ذریعہ یہ بتا دیا کہ یہ جو ہم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تمہاری پوشیدہ باتوں پر بھی مؤاخذہ ہوگا۔ اس سے مراد وہ پوشیدہ باتیں ہیں جو تم اپنے اختیار سے کر رہے ہو۔ ان پر مؤاخذہ ہوگا۔ اور غیر اختیاری طور پر جو وسوسے اور خیالات آ رہے ہیں ان پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ تمہاری وسعت سے باہر ہیں تم اس کے مکلف نہیں ہو۔

بھول چوک پر مؤاخذہ نہیں ہوگا

آگے فرمایا کہ جو اختیاری کام ہیں۔ ان پر آخرت میں مؤاخذہ ہوگا لیکن بہت سے اختیاری کام بھی انسان سے بتقاضہ بشریت اور بھول چوک میں غلطی سے سرزد ہو جاتے ہیں اور انجام پر نظر نہیں جاتی ان کاموں کی طرف سے بھی

مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یوں کہو:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

اے اللہ: اگر ہم سے بھول ہوگئی ہو، خطا ہوگئی ہو، غلطی ہوگئی ہو تو آپ ہم سے اس پر مؤاخذہ نہ فرمائیے گا ــــــ جب یہ آیت نازل ہو رہی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ جب اللہ کے بندے صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے ہیں کہ "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ" تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آتا ہے کہ "نعم" ہاں، ہم نے تمہاری یہ بات مان لی اور ہم تمہاری بھول چوک پر مؤاخذہ نہیں کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت پر سخت احکام

پھر آگے فرمایا:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ

اے اللہ: ہمارے اوپر ایسا بوجھ نازل نہ فرمائیے گا جیسا کہ ہم سے پہلی امتوں پر ڈالے گئے تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت پر جو احکام نازل ہوئے تھے وہ اتنے سخت اور اتنے گراں بار تھے کہ آج ہم اور آپ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں اگر کپڑا ناپاک ہو جاتا تو جب تک اس کپڑے کو کاٹ کر نہ پھینک دیں، اس کے پاک ہونے کا

کوئی راستہ نہیں تھا۔

(صحیح بخاری کتاب الوضوء، باب البول عند سباطة قوم، حدیث نمبر ۲۲۶)

آج ہمارے لئے یہ حکم ہے کہ اگر کپڑا ناپاک ہو جائے تو اس کو تین مرتبہ دھولیں۔ کیسی ہی نجاست لگی ہو لیکن حکم یہ ہے کہ وہ کپڑا پاک ہو گیا۔ اسی کپڑے میں نماز پڑھ سکتے ہیں ـــــ آج اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اتنا آسان کر دیا ہے کہ کتنا ہی بڑے سے بڑا گناہ کیا ہو۔ کیسے ہی فسق و فجور میں زندگی گزاری ہو۔ اور اب وہ تائب ہونا چاہتا ہے تو اس کا آسان راستہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ صدق دل سے یہ کہہ دے۔

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

اسی وقت اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے اور اس کی توبہ قبول فرما لیں گے ـــــ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت نے جب گوسالہ پرستی کی تو ان کو یہ حکم دیا گیا کہ تمہاری توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہو گی جب تک کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں نہ اڑاؤ۔ اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ سینکڑوں افراد کے قتل ہونے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

(مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، باب سورة طٰہٰ حدیث نمبر ۱۱۱۶۶)

ایسے ایسے سخت احکام پچھلی امتوں پر آئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ تم یہ دعا کرو۔ "رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا" اے اللہ: ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے گا جیسا بوجھ پہلے لوگوں پر ڈالا گیا تھا۔ اس دعا کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

خوشخبری سنائی کہ اللہ جل شانہٗ نے جواب میں ''نعم'' فرمایا ہے اور تمہاری دعا قبول فرمالی ہے۔

اے اللہ: ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے گا

اس کے بعد یہ دعا کرو:

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ

اے پروردگار: ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے گا جس کے اٹھانے کی ہمارے اندر طاقت نہ ہو۔ اس کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے جواب میں ''نعم'' فرمایا ہے۔ اور تمہاری یہ دعا قبول فرمالی ہے۔ اور پھر آخر میں فرمایا:

وَاعْفُ عَنَّا ٚ وَاغْفِرْ لَنَا ٚ وَارْحَمْنَا ٚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

اے اللہ، ہم سے درگزر فرمایئے اور ہماری مغفرت فرمایئے۔ ہم پر رحم فرمایئے۔ اے اللہ آپ ہی ہمارے والی اور ناصر ہیں۔ اے اللہ، کافر قوم کے خلاف ہماری مدد اور نصرت فرما ___ اس دعا کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے اس دعا کے جواب میں ''نعم'' فرمایا ہے اور تمہاری یہ دعا قبول فرمالی ہے ___ بہر حال مندرجہ بالا پوری آیات صحابہ کرام کے جواب میں نازل ہوئیں۔

غیر اختیاری خیالات پر مؤاخذہ نہیں

جب ان آیات کو ملا کر سب سے پہلے والی آیت ''وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ ط'' کو پڑھا جائے تو صحابہ کرام کے سوال کا جواب اس آخری آیت میں آگیا۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تم یہ جو سمجھ رہے ہو کہ جو وسوسے تمہارے دلوں میں غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں ان پر بھی مؤاخذہ ہوگا۔ یہ بات درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتے۔ لہٰذا مؤاخذہ صرف ان خیالات پر ہوگا جو آدمی جان بوجھ کر اختیار سے لے کر آئے۔ اور کسی گناہ کا پختہ ارادہ کر لے۔ اس پر مؤاخذہ ہوگا، اس سے پہلے نہیں ہوگا۔

غیر اختیاری وسوسوں پر مؤاخذہ نہیں

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً بھی ارشاد فرمادیا کہ:

إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِيْ عَنْ أُمَّتِيْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا

(بخاری شریف، کتاب العتق باب الخطأ والنسیان حدیث نمبر ۲۵۲۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان کے دلوں میں آنے والے وسوسوں کو معاف کر دیا ہے۔ کیسا ہی برے سے برا وسوسہ دل میں آجائے کیسا ہی برے سے برا خیال دل میں آجائے اگر وہ غیر اختیاری طور پر آیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے

یہاں اس پر مؤاخذہ نہیں ـــــ یہاں تک کہ کفر کا خیال آجائے۔ معاذ اللہ۔ شرک کا خیال آئے ـــــ معاذ اللہ ـــــ اس پر بھی کوئی مؤاخذہ نہیں ـــــ لہٰذا ان وسوسوں کی طرف دھیان ہی نہ دو۔

وسوسے آنا ایمان کی علامت ہے

اس کے ذریعہ ہم لوگوں کو بہت بڑا سبق مل گیا جو اکثر و بیشتر وساوس کا شکار رہتے ہیں جن کو عجیب وغریب وسوسے آتے رہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ بتا دیا کہ ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ خیال غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں تو آنے دو ـــــ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ: بعض اوقات میرے دل میں ایسے خیالات آتے ہیں کہ مجھے جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ پسند ہے۔ بنسبت اس کے کہ وہ باتیں زبان پر لاؤں۔ وہ بڑے گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں میں ان وسوسوں کی وجہ سے ایمان سے خارج نہ ہو جاؤں ـــــ جواب میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

ذَاكَ صَرِيْحُ الْإِيْمَانِ

(مسلم شریف، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ فی الایمان، حدیث نمبر ۱۳۴)

فرمایا یہ وسوسے آنا ایمان کی کھلی علامت ہے۔ اس لئے کہ شیطان اسی شخص کے پاس وسوسے ڈالنے کے لئے جاتا ہے جس کے دل میں ایمان ہو۔

شیطان ایمان والے کے پاس آتا ہے

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بڑی

اچھی تشریح فرمائی۔ فرمایا کہ چور اس گھر میں جاتا ہے جہاں کچھ مال ہو۔ جہاں مال ہی نہ ہو وہاں جا کر کیا چوری کرے گا ____ شیطان بھی اسی کے پاس جاتا ہے جس کے بارے میں اس کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس کچھ ایمان ہے۔ اس کے ایمان کو خراب کرنے کے لئے اس کے پاس جاتا ہے۔ اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے ____ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ وسوسے اور یہ خیالات جو بکثرت ہمارے دلوں میں آتے رہتے ہیں ان سے گھبرانے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ تو ایمان کا لازمہ ہے اور ہر ایک کے دل میں آتے ہیں۔

شیطان سرگوشی کرتا ہے

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

(سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۱۰)

فرمایا کہ یہ جو خیالات تمہارے دلوں میں آرہے ہیں۔ یہ شیطان تمہارے دلوں میں سرگوشی کرتا ہے۔ تاکہ ایمان والوں کو غم میں مبتلا کرے۔ لیکن یہ شیطان ان کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

گناہ کا عزم کرنے پر مؤاخذہ ہوگا

ہاں: صرف ایک خیال ہے جس پر آخرت میں پکڑ ہوگی۔ وہ یہ کہ کسی گناہ کا پختہ ارادہ کر لینا۔ جس کو ''عزم'' کہتے ہیں۔ ایسا پختہ ارادہ جس میں ذرا بھی

تردد نہ ہو۔ اس پر پکڑ ہو جائے گی____ لیکن اس پختہ ارادہ سے پہلے پہلے جتنے خیالات آرہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کیا اچھا ہو کہ میں یوں کرلوں۔ کیا اچھا ہو کہ میں یوں کرلوں۔ اس پر کوئی پکڑ نہیں۔ لیکن اگر پختہ ارادہ کرلیا تو اس پر پکڑ ہو گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلوار اٹھا کر مقابلے کے لئے آجائیں۔ اور ہر شخص دوسرے کو مارنے کے درپے ہے۔ فرمایا:

اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ كِلَاهُمَا فِي النَّار

قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ:

هذا القاتل، فما بال المقتول؟

یعنی قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آرہا ہے کہ اس نے بہت برا عمل کیا۔ لیکن مقتول کیوں جہنم میں جائے گا۔ آپ نے فرمایا:

اِنَّهُ عَزَمَ عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ

کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کرلیا تھا اگر اس کا داؤ چل جاتا تو وہ ماردیتا۔ اتفاق سے دوسرے کا داؤ چل گیا اور وہ قاتل بن گیا۔ اور یہ مقتول بن گیا۔ لیکن اس نے بھی دوسرے کو مارنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ چونکہ اس نے پختہ ارادہ کرلیا تھا اس لئے مقتول سے بھی مؤاخذہ ہوگا____ اسی طرح جس گناہ کا پختہ ارادہ کرلیا جائے۔ جس میں ذرا بھی تردد نہ ہو۔ کسی رکاوٹ کی وجہ سے وہ اس گناہ کو نہیں کر پایا۔ لیکن اس کا ارادہ پختہ تھا، اس لئے اس پر مؤاخذہ ہوگا۔

گناہ کا خیال آنے پر مواخذہ نہیں

اور اگر پختہ ارادہ نہیں۔ صرف دل میں گناہ کرنے کا خیال آرہا ہے کہ یہ گناہ کر گزروں اور ساتھ میں یہ خیال بھی آرہا ہے کہ گناہ کرنا بری بات ہے۔ نہیں کرنا چاہئے۔ پھر خیال آیا کہ گناہ کرلوں۔ اس میں لذت اور مزہ آئے گا۔ اب بار بار یہ خیالات آرہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی مواخذہ نہیں ــــــ لہٰذا گناہ کے پختہ ارادہ کرنے سے ہر حال میں بچنا چاہئے۔ لیکن اس سے نیچے کے جو درجات ہیں خواہ نماز میں وہ خیالات آرہے ہوں یا نماز سے باہر خیالات آرہے ہوں۔ کسی حالت میں آرہے ہوں، چونکہ وہ غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں۔ اس لئے ان سے ذرہ برابر نقصان نہیں۔

نماز میں آنے والے خیالات

نمازوں میں اکثر خیالات آتے رہتے ہیں۔ اور اکثر لوگ اس کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں کہ صاحب: ہماری نماز کیا ہے؟ جب بھی نماز کے اندر کھڑے ہوتے ہیں تو کبھی کاروبار کا خیال، کبھی بیوی بچوں کا خیال، کبھی تفریحات کا خیال، بعض اوقات شہوانی اور نفسانی، فاسد قسم کے خیالات دل میں آتے رہتے ہیں۔ ایسے میں کیا ہماری نماز ہوگی۔ خوب سمجھ لیجئے۔ کہ یہ خیالات جو غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ــــــ بس اپنی طرف سے آدمی نماز کے لئے اس بات کا اہتمام کر کے کھڑا ہو جائے کہ جو الفاظ میں زبان سے نکالوں گا وہ سوچ کر اور دھیان سے نکالوں گا۔ جب

زبان سے "الحمد للہ رب العالمین" کہو تو دل میں اس طرف دھیان ہو کہ میں یہ الفاظ نکال رہا ہوں۔ اپنی طرف سے اس کا اہتمام کرے۔ البتہ اگر خود سے غیر اختیاری طور پر دھیان بھٹک گیا ہو، اس کی وجہ سے خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پھر جب خیال آجائے تو دوبارہ الفاظ کی طرف دھیان لے آئے۔ پھر دوبارہ بھٹک جائے تو پھر لوٹ آئے۔ بار بار ایسا کرے۔ اس کے نتیجے میں بھی آپ کو مکمل خشوع حاصل ہے ـــــ ہاں، اپنے اختیار سے دوسرا خیال نہ لائے۔

نماز میں عبادت کا خیال لانا جائز ہے

اور اپنے اختیار سے وہ خیال لانا منع ہے جو عبادت نہ ہو۔ البتہ جو خیال عبادت کا حصہ ہو۔ وہ اپنی طرف سے لانا بھی جائز ہے ـــــ مثلاً ایک عالم نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کے اندر کسی فقہی مسئلے میں الجھا ہوا ہے اور اس کو حل کر رہا ہے اس عالم کے لئے ایسا کرنا جائز ہے ـــــ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جہاد کے لشکر کی صفیں نماز کے اندر ترتیب دیتا ہوں ـــــ یعنی نماز میں کھڑا ہو کر یہ ترتیب دیتا رہتا ہوں کہ فلاں محاذ پر کس طرح صفیں بنانی چاہئیں۔ کس کو آگے کرنا چاہئے۔ اور کس کو پیچھے کرنا چاہئے۔ حالانکہ وہ اپنے اختیار سے وہ خیال لا رہے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ جو خیال لا رہے ہیں وہ بھی عبادت ہے۔ وہ نماز کے منافی نہیں۔ اور اس کی وجہ سے خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے درجے کے عالم اور صوفی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ ان کے ایک بھائی تھے جو بالکل خالص صوفی مزاج آدمی تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جب امامت فرماتے اور نماز پڑھاتے تو یہ بھائی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ کسی نے ان کی والدہ سے شکایت کر دی کہ یہ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ والدہ نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم ان کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کی نماز ہی کیا ہے۔ میں ان کے پیچھے کیسے نماز پڑھوں۔ اس لئے کہ جب یہ نماز پڑھاتے ہیں تو اس وقت ان کا دل اور دماغ حیض اور نفاس کے مسائل میں الجھا رہتا ہے۔ اس لئے یہ گندی نماز ہے۔ میں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ وہ والدہ بھی امام غزالیؒ کی والدہ تھیں۔ جواب میں فرمایا کہ تمہارا بھائی تو نماز کے اندر فقہی مسائل سوچتا ہے اور نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچنا جائز ہے اور تم نماز کے اندر اپنے بھائی کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو اور یہ دیکھتے رہتے ہو کہ اس کی نماز صحیح ہے یا غلط ہے؟ اور نماز کے اندر یہ کام یقینی طور پر حرام ہے۔ لہٰذا بتاؤ کہ وہ بہتر ہے یا تم بہتر ہو؟ بہر حال امام غزالیؒ کی والدہ نے بھی یہ بات واضح فرما دی کہ نماز میں فقہی مسائلے کو سوچنا کوئی گناہ کی بات نہیں۔ لہٰذا اپنے اختیار سے ایسے خیالات لانا جو خود عبادت اور طاعت کا حصہ ہیں وہ بھی نماز کے خشوع کے منافی نہیں۔

آیات قرآنی میں تدبر کا حکم

چنانچہ حکم یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھتے وقت قرآن کریم کی آیات میں تدبر کرو، غور و فکر کرو۔ اب اگر ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور نماز میں تلاوت کے وقت قرآن کریم کے اسرار اور حکم کے اندر غلطاں و پیچاں ہے اور منہمک ہے، یہ سب جائز ہے اور عبادت ہی کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ایسا خیال جو طاعت اور عبادت کا خیال ہو ان کو اپنے اختیار سے بھی نماز میں لا سکتے ہیں۔ البتہ وہ خیالات جو طاعت اور عبادت کا حصہ نہیں ہیں۔ مثلاً دنیا کے بارے میں خیالات کہ کس طرح دنیا کماؤں، کس طرح خرچ کروں وغیرہ تو اس قسم کے خیالات اپنے اختیار سے تو نہ لائیں، خود سے آرہے ہیں تو آنے دو۔ اس سے نماز کے خشوع میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔ ہاں! جب دھیان اس طرف آجائے کہ یہ خیالات آرہے ہیں پھر بھی ان خیالات کو باقی رکھا اور ان خیالات سے مزے لیتا رہا تو یہ ناجائز ہے۔ لہٰذا جب تنبہ ہو جائے تو دوبارہ نماز کی طرف لوٹ آؤ۔

یہ سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں۔ اس لئے کہ میری نمازیں کسی کام کی نہیں۔ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اس وقت دماغ میں ایسے شہوانی اور نفسانی خیالات کا ہجوم ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ، تو وہ میرا سجدہ کیا ہوا،

وہ تو ویسے ہی ٹکریں مارنا ہوا۔ میں تو بہت پریشان ہوں کہ کس طرح اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ ہمارے حضرت ؒ نے فرمایا کہ تم یہ جو سجدہ کرتے ہو تمہارے خیال میں یہ کیسا سجدہ ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت! بڑا ناپاک اور بڑا گندہ سجدہ ہے اس لئے کہ اس میں ناپاک اور گندے شہوانی خیالات آتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ناپاک اور گندہ سجدہ تو اللہ میاں کو نہیں کرنا چاہئے اچھا ایسا کرو کہ تم یہ ناپاک سجدہ مجھے کرلو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو بہت پاکیزہ اور اعلیٰ قسم کا سجدہ ہونا چاہئے اور یہ ناپاک سجدہ ہے۔ یہ مجھ ناپاک کے سامنے کرلو۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ توبہ توبہ آپ کے سامنے کیسے سجدہ کرلوں؟ حضرت نے فرمایا کہ بس اس سے پتہ چلا کہ یہ سجدہ اسی ذات کے لئے ہے، یہ پیشانی کسی اور کے سامنے جھک نہیں سکتی چاہے اس سجدہ میں کیسے ہی گندے شہوانی اور نفسانی خیالات کیوں نہ آرہے ہوں لیکن یہ پیشانی اگر جھکے گی تو اسی کے در پر جھکے گی۔ لہٰذا یہ سجدہ اسی اللہ کے لئے ہے۔ اور اگر یہ فاسد خیالات غیر اختیاری طور پر آ رہے ہیں تو انشاء اللہ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف ہیں۔

ایک ریٹائرڈ شخص کی نماز

میرے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس سرہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ ایک دن فرمانے لگے کہ ایک شخص ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہے۔ کھانے پینے کو سب کچھ میسر ہے، بینک بیلنس موجود ہے، معاش کی

اور دنیا کمانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ نہ اس کو ملازمت پر جانا ہے نہ اس کو تجارت کرنی ہے نہ دکان کھولنی ہے۔اس کا معمول یہ ہے کہ جیسے ہی کسی نماز کی اذان ہوئی تو اذان ہوتے ہی وہ گھر سے نکل گیا، مسجد میں پہنچ کر بہت اطمینان سے اچھے طریقے سے وضو کیا اور پھر تحیۃ المسجد کی دو رکعت ادا کیں اور پھر سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت کے انتظار میں بیٹھا ذکر کرتا رہا۔ جب جماعت کھڑی ہوئی تو اس نے خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کا دل اور دماغ سب نماز کی طرف متوجہ ہیں۔ جب وہ تلاوت کرتا ہے تو اس میں اس کو لطف آتا ہے۔ جب ذکر کرتا ہے تو اس میں لطف آتا ہے۔ رکوع میں بھی اور سجدے میں بھی لطف آرہا ہے۔ اس طرح پوری نماز بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کی پھر بعد کی سنتیں ادا کیں اور پھر اطمینان سے دل لگا کر دعا کی، پھر واپس گھر آ گیا اور پھر دوسری نماز کے انتظار میں دل لگا ہوا ہے کہ کب اذان ہو اور کب مسجد جاؤں۔ ایک آدمی تو یہ ہے۔

ٹھیلہ لگانے والے کی نماز

دوسرا شخص بیوی بچوں والا ہے۔اس کے اوپر ہزار طرح کی ذمہ داریاں اور حقوق ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی کے لئے اور اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے ٹھیلہ لگاتا ہے اور آواز لگا لگا کر سامان فروخت کرتا ہے۔ اب لوگ اس کے ٹھیلے کے اردگرد کھڑے ہوئے سامان خرید رہے ہیں۔ اتنے میں اذان ہو گئی اب وہ جلدی جلدی لوگوں کو نمٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ جماعت کا

وقت آ گیا۔ تو اس نے جلدی سے اپنا ٹھیلہ ایک طرف کیا اور اس کے اوپر کپڑا ڈالا اور بھاگتے ہوئے مسجد میں پہنچا۔ جلدی جلدی وضو کیا اور جا کر امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور جلدی سے نیت باندھ لی۔ اب اس کا دل کہیں دماغ کہیں۔ ٹھیلے کی فکر لگی ہوئی ہے۔ اور گاہکوں کی فکر لگی ہوئی ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور جماعت سے نماز ادا کی۔ پھر سنتیں ادا کیں اور جلدی سے جا کر دوبارہ ٹھیلا لگا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ دوسرا آدمی ہے۔

کس نماز میں روحانیت زیادہ ہے؟

پھر فرمایا کہ بتاؤ ان دونوں میں سے کس کی نماز روحانیت سے زیادہ قریب ہے؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا کہ پہلے شخص کی نماز میں روحانیت زیادہ ہے اس لئے کہ وہ اذان کے وقت گھر سے نکلا مسجد میں آ کر اطمینان سے وضو کیا، تحیۃ المسجد پڑھی، سنتیں پڑھیں اور اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دوسرے آدمی کی نماز روحانیت کے زیادہ قریب ہے۔ اگرچہ اس نے حواس باختگی کی حالت میں نماز پڑھی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلے شخص کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں تھی اور اس کے اوپر کوئی فکرات نہیں تھے۔ اس نے اپنے آپ کو ہر ذمہ داری سے فارغ کر لیا تھا۔ اور اس کے نتیجے میں اس کو نماز میں بہت لذت بھی آ رہی تھی اور لطف بھی آ رہا تھا۔ لیکن یہ دوسرا شخص اپنا وہ ٹھیلہ چھوڑ کر آ رہا ہے جس ٹھیلہ پر اس کی اپنی معیشت اور اس کے گھر والوں کی معیشت موقوف ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا وقت آ گیا تو

وہ ٹھیلہ اس کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے سے غافل نہیں کر سکا۔ اس ٹھیلے کو چھوڑ کر جماعت میں آ کر کھڑا ہو گیا اور نماز ادا کر لی۔ اس شخص کا عمل زیادہ مشقت والا اور زیادہ مقبول اور زیادہ موجب اجر ہے۔ اگرچہ اس کے اوپر کیفیت طاری نہیں ہوئی اور نہ اس کو لذت آئی لیکن اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کے اجر و ثواب میں کمی نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ۔

خیالات اور وساوس میں بھی حکمت ہے

دیکھئے! اگر ہم جیسے لوگوں کو نماز کے اندر یہ خیالات اور وساوس نہ آئیں بلکہ بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا خیال ہی نہ آئے اگر ہم جیسے لوگوں کو یہ مقام حاصل ہو جائے تو خدا جانے ہمارا دماغ تکبر، عجب اور خود پسندی میں کہاں پہنچ جائے گا۔ اور یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ ہم تو بہت اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ کسی نے کہا ہے کہ "**صلی الحائک رکعتین وانتظر الوحی**" ایک جولاہے نے ایک مرتبہ دو رکعت نماز پڑھ لی تو نماز کے بعد اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے اوپر وحی آتی ہے۔ اگر ہم میں سے کسی کو خشوع و خضوع والی نماز حاصل ہو جائے تو خدانخواستہ وہ پیغمبری کا یا مہدی ہونے کا دعویٰ نہ کر دے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ظرف دیکھ کر یہ مقام عطا فرماتے ہیں۔ لہٰذا خیالات کے آنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت اور مصلحت ہے۔

نیکی اور گناہ کے ارادے پر اجر و ثواب

بہر حال! اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دل کے خیالات پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عجیب رحمت ہے کہ گناہ کے بارے میں تو یہ اصول مقرر فرمادیا کہ اگر گناہ کرنے کے بارے میں خیال آیا اور شوق پیدا ہوا اور دل میں تھوڑا سا ارادہ بھی کرلیا کہ یہ گناہ کرلوں البتہ عزم اور پختہ ارادہ کی حد تک نہیں پہنچا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی پکڑ نہیں، بلکہ اگر بار بار گناہ کا خیال آتا رہا اور انسان اس خیال کو دفع کرتا رہا اور اس پر عمل نہیں کیا تو انشاء اللہ گناہ نہ کرنے پر اجر و ثواب ملے گا کیونکہ گناہ کا خیال آنے کے باوجود اس نے اپنے آپ کو گناہ سے بچالیا۔ اور نیکی کے بارے میں یہ اصول مقرر فرمایا کہ اگر کسی نیکی کے بارے میں خیال آیا اور ارادہ کیا کہ فلاں نیکی کرلوں، اگرچہ اس نیکی کا پختہ ارادہ نہیں کیا تب بھی صرف ارادے پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں، مثلاً یہ ارادہ کیا کہ اگر مجھے مال مل گیا تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا مال صدقہ کروں گا تو اس پر بھی اس کو ثواب ملے گا۔ یا مثلاً یہ ارادہ کرلیا کہ جب جہاد فی سبیل اللہ کی نوبت آئے گی تو اللہ کے راستے میں جہاد کروں گا اور شہادت کا درجہ حاصل کروں گا تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شہداء میں شمار فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا:

مَنْ سَئَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهٖ

(مسلم شریف، کتاب الامارۃ باب استحباب طلب الشہادۃ حدیث نمبر ۱۹۰۹)

یعنی اگر کوئی شخص سچے دل سے شہادت طلب کرے کہ اے اللہ: مجھے اپنے راستے میں شہادت کا مقام عطا فرمایئے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں ہی میں شمار فرمائیں گے۔ چاہے بستر پر اس کو موت آئی ہو۔ بہرحال نیکی کے بارے میں قانون یہ ہے کہ پختہ ارادہ کرنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ اجر وثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور گناہ کے اندر قانون یہ ہے کہ جب تک پختہ ارادہ نہ کرے اس وقت تک مؤاخذہ نہیں فرماتے، یہ رحمت کا معاملہ ہے۔

خیالات کی بہترین مثال

بہرحال! گناہوں کے پختہ ارادہ کرنے سے بچنا چاہئے لیکن گناہوں کے جو وساوس اور خیالات آرہے ہیں ان کی پرواہ نہ کرے بلکہ اپنے کام میں لگا رہے۔ ان خیالات کی وجہ سے اپنے کام کو نہ چھوڑے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان خیالات کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص کو سربراہ وقت اور بادشاہ نے دعوت دی ہے اور بلایا ہے اب یہ شخص جلدی میں بادشاہ سے ملاقات کرنے جارہا ہے اب کوئی شخص اس کا دامن گھسیٹتا ہے اور کوئی اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کو روک کر اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح لوگ اس کو تنگ کررہے ہیں۔ اب بتایئے کیا یہ شخص ان راستہ روکنے والوں سے الجھنا شروع کردے گا یا اپنا سفر جاری رکھے گا؟ اگر یہ شخص راستہ روکنے والوں کے ساتھ الجھ گیا تو یہ شخص بادشاہ کے دربار میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ لیکن اگر اس نے یہ سوچا کہ یہ تو پاگل اور بیوقوف لوگ ہیں، میرے راستے میں رکاوٹ بن رہے

ہیں، مجھے تو اس وقت بادشاہ کے پاس جانا ہے اور اس سے ملاقات کا اعزاز و شرف حاصل کرنا ہے تو وہ شخص ان کی طرف دھیان بھی نہیں دے گا۔ تو انشاء اللہ کسی نہ کسی دن منزل تک پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

***

*

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط وترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۶/ اپریل ۲۰۰۳ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال، کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ، وَعَلٰی کُلِّ مَنۡ تَبِعَهُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ. اَمَّا بَعۡدُ!

حدیث اور اس کا ترجمہ

عَنۡ عَائِشَةَ أُمِّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهَا قَالَتۡ: مَا رَأَیۡتُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ کَانَ اَشۡبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ کَلَامًا وَّلَا حَدِیۡثًا وَّلَا جِلۡسَةً مِّنۡ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهَا۔

(السنن الکبرٰی للنسائی، باب مصافحة ذمی محرم، حدیث نمبر ۹۱۹۲)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کسی بھی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا مشابہ نہیں دیکھا باتوں میں بھی، گفتگو کے انداز میں بھی، اور بیٹھنے کے انداز میں بھی، جتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

مشابہت رکھتی تھیں ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت بہت زیادہ تھی، یہ شباہت نقوش میں ہوگی، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بات چیت کے انداز میں بھی، گفتگو کے انداز میں بھی، بیٹھنے کے انداز میں بھی اتنی شباہت آتی تھی کہ کسی اور میں میں نے اتنی شباہت نہیں دیکھی۔

حضور کا ان کے استقبال کیلئے کھڑا ہونا

پھر فرماتی ہیں کہ جب کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کو "مرحبا" کہتے، یعنی ان کا خیر مقدم کرتے اور ان کے استقبال کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوجاتے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، حدیث نمبر ۳۶۲۳)

یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی وجہ سے لائے ہیں کہ آپ کو یاد ہوگا کہ دو جمعہ پہلے یہ گفتگو آئی تھی کہ کسی آنے والے کی تعظیم اور تکریم میں کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس وقت میں نے خلاصۃً عرض کیا تھا کہ اگر کسی شخص کے دل میں یہ خواہش ہو کہ لوگ میرے لئے کھڑے ہوا کریں، اس صورت میں تو اس کی تعظیم کیلئے نہیں کھڑا ہونا چاہئے، لیکن اگر کسی کے دل میں یہ خواہش نہیں ہے، اور آدمی کسی کا اکرام کرنا چاہتا ہے، اور اس کے استقبال کیلئے اور تعظیم میں کھڑا ہونا چاہتا ہے تو کھڑا ہونا چاہتا ہے تو کھڑا ہونا جائز ہے۔ اس حدیث سے بھی یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے

آتیں تو حضور اقدس ﷺ ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہوجاتے، اور ان کو "خوش آمدید" کہتے، ان کو بوسہ دیتے، اور پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر لاتے، اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کے استقبال کیلئے کھڑی ہوجاتیں

بعض اوقات حضور اقدس ﷺ اپنی صاحبزادی سے ملنے کے لئے ان کے گھر تشریف لیجاتے، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کے استقبال کیلئے کھڑی ہوجاتیں، اور آپ کو بوسہ دیتیں اور حضور اقدس ﷺ کو اکرام کے ساتھ بٹھاتیں۔ یہ ان کا معمول تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہنسنا اور رونا

آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ مرض وفات میں تھے، یعنی اس بیماری میں تھے، جس میں آپ کا وصال ہوگیا، اس بیماری میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائیں تو آپ نے حسب معمول ان کا استقبال کیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو اپنے پاس بلا کر چپکے سے ان کے کان میں کوئی بات کہی جس کو میں نہیں سن سکی، اس بات کو سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں، پھر کچھ دیر بعد دوبارہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے اپنے قریب بلایا، اور ان کے کان میں کچھ بات کہی، اس کو بھی میں نہیں سن سکی، لیکن اب دوسری مرتبہ بات سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے

لگیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی السلام، حدیث نمبر ۳۶۲۶)

ان سے اس بات کی توقع نہیں تھی

جب یہ بات میں نے دیکھی تو میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ میں تو یہ سمجھتی تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بڑی عقلمند خاتون ہیں، اور بڑی صاحب فہم و دانش ہیں، اور تمام عورتوں پر ان کی فضیلت بالکل واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں، لیکن آج میں نے ان کے اندر عجیب بات دیکھی کہ ابھی رو رہی تھیں اور ابھی ہنسنا شروع کر دیا۔ عام طور پر جو لوگ عقلمند اور دانش مند ہوتے ہیں۔ ان سے ایسا معاملہ سرزد نہیں ہوتا کہ ابھی رو رہے ہیں اور ابھی ہنس رہے ہیں۔ جو آدمی بہت ہی جذباتی ہو یا جو سمجھ نہ رکھتا ہو، اس سے تو یہ بات سرزد ہو سکتی ہے لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی خاتون سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء ہو جائیگا

چنانچہ بعد میں، میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ آپ کے کان میں کوئی بات کہی تو آپ رونے لگیں اور جب دوسری مرتبہ کوئی بات کہی تو آپ ہنسنے لگیں۔ آپ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ جواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر وہ بات میں آپ کو بتا دوں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء ہو جائیگا۔ اسلئے کہ آپ نے مجھے قریب بلا کر چپکے سے میرے کان میں ایک بات کہی ہے۔ جس

کا مطلب یہی ہے کہ دوسروں کو وہ بات بتلانا نہیں چاہتے۔ اگر وہ بات میں آپ کو بتادونگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء ہو جائیگا۔

چپکے سے جو بات کہی جائے وہ راز ہوتی ہے

اب یہاں پر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی فرمایا تھا جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ آگے آجائیگا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ بات کسی اور سے مت کہنا، زبان سے اس کی تاکید نہیں فرمائی تھی کہ کسی اور کو مت بتلانا، لیکن چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلا کر چپکے سے وہ بات کہی تھی، اور دوسروں کو وہ بات نہیں سنائی تھی۔ اسلئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ محسوس کیا کہ اگر آپ کو دوسروں پر ظاہر کرنا ہوتا تو سب کے سامنے وہ بات کہہ دیتے۔ لیکن آپ نے چونکہ مجھے اپنے قریب بلا کر چپکے سے وہ بات کہی تھی اسلئے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ اس بات کو دوسروں سے راز میں رکھنا چاہتے تھے، اسلئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نہیں بتاؤنگی۔ اسلئے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ہے۔

مجلس کی باتیں راز ہوتی ہیں

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جب کسی نجی مجلس میں کوئی بات کہی جائے تو وہ بات دوسروں تک پہنچانا اصحاب مجلس کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں۔ اسلئے کہ مجلس کی بات راز ہوتی ہے، یہ مسئلہ بہت کم لوگوں کو معلوم

ہوتا ہے۔اس میں بڑی بے قاعدگی اور بے احتیاطی ہوتی ہے،ایک مجلس میں چند افراد بیٹھے ہیں،آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد اور بھروسہ ہے اور اس بھروسے کی بنیاد پر مجلس میں کسی موضوع پر بات کی جارہی ہے۔ یہ مجلسیں امانت ہوتی ہیں یعنی اس مجلس میں چند افراد مل کر باتیں کررہے ہیں تو اس بات کو اپنی حد تک محدود رکھنا چاہئے اور جب تک شرکاء مجلس اسکی اجازت نہ دیں وہ بات دوسروں تک نہ پہنچائیں۔کیونکہ اسکے نتیجے میں فتنے شروع ہوجاتے ہیں،دل خراب ہوجاتے ہیں،لڑائی جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔

راز بتانا خیانت ہے

یہ بالکل ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص تمہارے پاس امانت کے طور پر کچھ پیسے رکھوائے اور تم اس کو کھاجاؤ، یا وہ پیسے تم کسی اور کو دیدو، یہ خیانت ہے۔اسی طرح اگر کسی نے تم سے کوئی راز کی بات کہی اور تم نے وہ بات دوسروں تک پہنچادی، یہ بھی خیانت کے اندر داخل ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔اسلئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہیں بتائی۔حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دوسروں کو مت بتانا،لیکن آپ نے چونکہ انداز ایسا اختیار فرمایا تھا جس سے یہ معلوم ہورہا تھا کہ یہ راز کی بات ہے۔اسلئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ بات دوسروں کو نہیں بتائی۔

اب وہ بات راز نہیں اب بتادیتی ہوں

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ بات اُس وقت راز تھی جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما تھے۔ اب جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اب وہ بات بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ کیا بات تھی جس پر میں پہلے روئی تھی، اور بعد میں ہنسی تھی۔ فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تو اس وقت مجھ سے یہ کہا تھا کہ اب میں اس دنیا سے جانے والا ہوں اور میرے اس دنیا سے جانے کا وقت آگیا ہے۔ جب یہ بات میں نے سنی تو مجھے اس پر بے اختیار رونا آگیا اور میں رو پڑی، جیسا کہ آپ نے مجھے دیکھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روتا ہوا دیکھا تو پھر دوبارہ اپنے پاس بلا کر سرگوشی کے انداز میں مجھ سے یہ کہا میں تو دنیا سے جا رہا ہوں، لیکن میرے گھر والوں میں سب سے پہلے مجھ سے آکر ملنے والی تم ہوگی۔ یعنی میرے بعد سب سے پہلے تمہارا انتقال ہوگا۔ تم آکر مجھ سے ملوگی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تو مجھے اس پر خوشی ہوئی اور اس پر میں ہنس پڑی، جیسا کہ آپ نے مجھے ہنستا ہوا دیکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلق کی دلیل

یہ حدیث جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی ہے، اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کتنی محبت تھی، کتنا تعلق تھا، اور ان کے آنے پر ان کا استقبال فرمانا، ان کا اکرام فرمانا، یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ فضیلت کہ اللہ

تعالیٰ نے ان کو یہ مقام بخشا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے ان کو سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نصیب فرمائے ___ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

***

*

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

انسان بننے کی فکر کریں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبد اللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲/ اگست ۱۹۹۱ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

انسان بننے کی فکر کریں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَنَسۡتَعِيۡنُهٗ وَنَسۡتَغۡفِرُهٗ وَنُؤۡمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَيِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا، مَنۡ يَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِيۡكَ لَهٗ، وَاَشۡهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِيۡمًا كَثِيۡرًا كَثِيۡرًا۔

اَمَّا بَعۡدُ! عَنۡ اَبِيۡ رِبۡعِيٍّ حَنۡظَلَةَ بۡنِ الرَّبِيۡعِ الۡاُسَيۡدِيِّ الۡكَاتِبِ اَحَدُ كُتَّابِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ، لَقِيَنِيۡ اَبُوۡبَكۡرٍ رضی اللہ عنہ فَقَالَ كَيۡفَ اَنۡتَ يَا حَنۡظَلَةُ؟ قُلۡتُ، نَافَقَ حَنۡظَلَةُ، قَالَ سُبۡحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوۡلُ؟ قُلۡتُ: نَكُوۡنُ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالۡجَنَّةِ وَالنَّارِ كَاَنَّا رَأۡيَ عَيۡنٍ،

فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا۔

قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ. فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هٰذَا. فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ. نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَمَاذَاكَ. فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْتَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَاتَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ. وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً سَاعَةً. ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فضل دوام الذکر والفکر فی أمور الآخرۃ والمراقبۃ و جواز ترک ذالک فی بعض الاوقات، والاشتغال بالدنیا، رقم الحدیث ۲۷۵۰)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے

یہ عجیب و غریب حدیث ہے۔ حضرت حنظلہ ابن الربیع رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں، اور یہ اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو کاتب وحی تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی اور قرآن کریم نازل ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا ہوا تھا، آپ ان میں

سے کسی کو بلاتے، اور انکو وحی کے الفاظ سناتے تو وہ حضرات لکھ لیا کرتے تھے۔
یہ بھی ان حضرات صحابہ میں سے تھے۔

حنظلہ تو منافق ہو گیا

وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ راستہ میں گزر رہا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی، سلام و دعا ہوئی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا :

كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟

حنظلہ کیا حال ہے؟ میں اپنی دھن میں تھا، میں نے اپنی اسی دھن میں جواب دیا کہ "نَافَقَ حَنْظَلَةُ" یعنی حنظلہ کا حال کیا پوچھتے ہو، حنظلہ تو منافق ہو گیا، یعنی اپنے بارے میں کہا کہ میں تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"سُبْحٰنَ اللهِ مَا تَقُوْلُ؟"

یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اور کیسے الفاظ زبان سے نکال رہے ہو کہ میں منافق ہو گیا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو خطرہ یہی ہے کہ میں منافق ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیسے منافق ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے ہیں اور آپ کے پاس بیٹھتے ہیں تو وہاں ہمارے دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور جنت و دوزخ کا دھیان پیدا ہوتا ہے، آخرت کا دھیان پیدا ہوتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ ہم جنت و دوزخ اور آخرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے

ہیں، اور آپ ﷺ کی باتیں دل میں بیٹھ جاتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی یاد جاگزین ہوجاتی ہے، لیکن جب حضور ﷺ کی مجلس سے اُٹھ کر گھر آجاتے ہیں، اور اپنے بیوی بچوں سے ملتے ہیں، اور اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں، اور جب اپنی زمینوں پر جاتے ہیں تو وہ کیفیت جو دل پہ طاری ہوئی تھی، وہ کیفیت ختم ہوجاتی ہے، یہ نفاق ہوگیا کہ حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہیں تو آخرت کی فکر لگی ہوئی ہے، اور جب باہر نکلے تو دنیا کی فکر لگ گئی، یہ تو نفاق کا عمل ہے، لہٰذا میں تو منافق ہوگیا۔

صحابہ کیسے فکرمند لوگ تھے

آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام کا اندازہ لگایئے کہ ان سے کوئی عمل نہیں چھوٹا، نہ کوئی نماز چھوٹی، نہ روزہ چھوٹا، نہ کوئی گناہ کا عمل کیا۔ ان میں سے کچھ نہیں ہوا، سب اعمال اپنی جگہ پر جاری ہیں، صرف اتنی بات ہے کہ دل کی کیفیت جو حضور ﷺ کی مجلس میں ہوتی ہے، وہ کیفیت باہر نکل کر باقی نہیں رہتی، تو اس پر ان کو فکر لگ گئی کہ میں منافق تو نہیں ہوگیا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے اعمال چھوٹ جائیں، ہماری نمازیں قضا ہوجائیں، جماعت نکل جائے، گناہ ہوجائیں تو بھی ہم نیک کے نیک ہیں، اور متقی کے متقی ہیں، کوئی فکر نہیں، کوئی دھیان نہیں، صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ عمل تو درکنار، صرف قلب کی کیفیت میں ذرا سی تبدیلی محسوس ہوئی، تو اس پر فکر لگ گئی کہ میں منافق تو نہیں ہوگیا۔

ان کا ٹھکانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دربار تھا

اب کہاں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان پر حیران ہو رہے تھے کہ تم یہ کیا بات کہہ رہے ہو، لیکن جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے یہ باتیں سنیں تو خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی فکر لگ گئی، اور فرمایا کہ تم یہ جو اپنی کیفیت بیان کر رہے ہو، یہ بات خود میرے ساتھ بھی پیش آتی ہے، میں بھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں، تو میرے دل کا حال اور ہوتا ہے، اور آخرت آنکھوں کے سامنے نظر آتی ہے، اور جب وہاں سے باہر آتا ہوں تو وہ کیفیت باقی نہیں رہتی، تو چلو دونوں مل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتے ہیں اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہماری یہ حالت کیسی ہے؟ چنانچہ دونوں حضرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لئے چل پڑے۔

تم کیسے منافق ہو گئے

جب دونوں حضرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو داخل ہوتے ہی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَارَسُوْلَ اللهِ

یا رسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیسے منافق ہو گیا؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو ہمارے دل کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا

دھیان اور تصور ہوتا ہے، آخرت کی فکر ہوتی ہے، جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہوتے ہیں، لیکن جب گھر میں جاتے ہیں، اور بیوی بچوں سے ملتے ہیں اور اپنے دنیاوی کام دھندوں میں مشغول ہوتے ہیں تو اکثر باتیں بھول جاتے ہیں۔

فرشتے بستروں پر آکر تم سے مصافحہ کریں

جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا: قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یعنی اللہ جل شانہٗ۔ اگر تم ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہو، یعنی جس حالت میں تم میری مجلس میں ہوتے ہو، اگر ہمیشہ اسی حالت اور اسی کیفیت پر رہو، اور ہر وقت تمہیں اللہ تعالیٰ کا دھیان اسی طرح رہے جیسے میری مجلس میں ہوتے ہوئے رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے تم سے بستروں پر آکے مصافحہ کریں۔ اور تم سے راستوں میں مصافحے کریں۔ لیکن اے حنظلہ! یہ وقت وقت کی بات ہے، یہ وقت وقت کی بات ہے، یہ نفاق کی بات نہیں، کہ کسی وقت ایک کیفیت زیادہ شدت کے ساتھ دل پر طاری ہوتی ہے، اور کسی وقت وہ کیفیت باقی نہیں رہتی، لہٰذا اس سے گھبرانے کی بات نہیں، اور یہ کوئی نفاق کی بات نہیں، اس طرح سے حضور اقدس ﷺ نے ان کو تسلی دیدی کہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

ہر وقت خلش اور کھٹک دل میں رہنی چاہیے

یہ عجیب و غریب حدیث ہے، اور اس میں اتنے مضامین پوشیدہ ہیں کہ

ان سب مضامین کو بیان کرنے کیلئے لمبا وقت درکار ہے، لیکن چند باتیں اس حدیث میں یاد رکھنے اور سمجھنے کی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی فہم عطا فرمائے اور اسکے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔۔۔ پہلی بات جو اس حدیث سے معلوم ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کو ہر آن، ہر وقت یہ فکر اور دھڑکا لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں ہماری کیا حالت ہے؟ اسی فکر کا نام "تقویٰ" ہے، ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب ﷫ فرمایا کرتے تھے کہ "تقویٰ" کے معنی ہیں "کھٹک" اور "خلش" یعنی دل میں اس کھٹک کا پیدا ہو جانا کہ پتہ نہیں میرا یہ عمل درست ہو رہا ہے یا نہیں؟ میں سیدھے راستے پر جا رہا ہوں، یا غلط راستے پر جا رہا ہوں۔ یہ جو اطمینان کامل ہوتا ہے کہ میں جس راستے پر جا رہا ہوں وہ ٹھیک ہے، یہ خطرناک معاملہ ہے، آخری وقت تک اور مرتے دم تک آدمی کو یہ فکر لگی رہنی چاہیے کہ پتہ نہیں کہ میں صحیح ہوں یا غلط؟ پتہ نہیں کہ میں صحیح راستے پہ جا رہا ہوں یا غلط راستے پہ جا رہا ہوں، یہ فکر حضرات صحابہ کرام ﷺ کو لگی ہوئی تھی، اور اسی فکر نے ان کو کس بلند مقام پر پہنچا دیا۔ مولانا رومی ﷫ فرماتے ہیں:

اندریں راہ می تراش و می خراش

تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

یعنی مرتے دم تک یہ فکر اور دھن لگی رہنی چاہیے کہ میرے اندر کوئی کمی تو نہیں ہے اگر کمی ہے تو اس کو دور کرنے کی فکر کروں۔ ایک سبق تو اس حدیث سے یہ ملا۔

اصل مقصود اعمال ہیں

دوسرا سبق اس حدیث سے یہ مل رہا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو جو تسلی دی، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین کے اندر قلب کی کیفیات وحالات بذات خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود اعمال ہیں، اگر اعمال درست ہوں، اعمال سیدھے راستے کے ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوں، تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اب آجکل جاہل پیروں اور فقیروں نے جو یہ باتیں مشہور کر دی ہیں کہ دل جاری ہونا چاہیے، اور دل دھڑکنا چاہیے، یاد رکھئے! اس کا شریعت، طریقت اور تصوف سے کوئی تعلق نہیں، اصل مقصود یہ ہے کہ اعمال درست ہونے چاہئیں۔ اس موضوع پر اس سے پہلے بھی کئی بار بیان ہو چکا ہے، اس لئے اس کو یہاں زیادہ تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

لوگ اس دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں

تیسرا سبق جو اس حدیث سے مل رہا ہے، وہ بڑا اہم ہے، وہ یہ کہ بظاہر یوں لگتا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ اگر تمہاری حالت ایک جیسی رہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کی جو حالت میری مجلس میں رہتی ہے، وہی حالت مستقل اور ہمیشہ باقی رہے تو فرشتے تم سے آکر مصافحے کریں۔ حضور اقدس ﷺ کے اس قول سے بعض لوگوں کو یہ دھوکہ ہو گیا کہ انسان کی کامل حالت وہ ہے جس میں فرشتے اس سے آکر مصافحہ کریں، یعنی کمال کی بات یہ ہے کہ انسان ہر وقت، ہر آن اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دھیان میں

اس درجہ مستغرق اور مدہوش رہے کہ اس شخص کو کسی اور کا دھیان ہی نہ آئے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان میں مستغرق رہے، یہ ہے کمال کی حالت، جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آکر تم سے مصافحہ کریں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے ہیں کہ وہ حالت زیادہ کامل ہے، اور جس حالت میں تم اس وقت ہو، وہ حالت اس کے مقابلے میں ناقص ہے۔ بعض لوگ اس دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

انسان کے لئے انسان رہنا کمال کی بات ہے

خوب سمجھ لیجئے! حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں عجیب وغریب بات ارشاد فرمائی کہ یہ بات درست نہیں کہ وہ کامل حالت ہے جس میں فرشتے آکر مصافحہ کریں، اور جس حالت میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس وقت تھے، وہ ناقص حالت تھی، کیوں؟ اس لئے یہی حالت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھی تھی، اگر یہ حالت ناقص تھی تو پھر کیا کہنا پڑے گا کہ۔ معاذ اللہ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حالت ناقص تھی، حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حالت کبھی ناقص نہیں ہوسکتی، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل مخلوق اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ حالت ناقص نہیں، کامل حالت وہی ہے جو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تھی، اور جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے آکر تم سے مصافحہ کریں، اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا

ہی دھیان رہے، اور اللہ تعالیٰ کے دھیان کے علاوہ کسی اور چیز کا دھیان نہ آئے تو پھر تم انسان نہیں رہو گے، فرشتے ہو جاؤ گے، اور انسان کے لئے کامل بات یہ ہے کہ وہ انسان رہے، فرشتہ بن جانا کوئی کمال نہیں، جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسان بنایا ہے تو تم فرشتہ بننے کی کوشش کیوں کرتے ہو، انسان ہی رہو، آدمی رہو، آدمی پر آدمیت کامل ہوگی، بشریت کامل ہوگی، تو یہی تمہارا کمال ہے، اگر فرشتے ہو گئے تو یہ تمہارا کمال نہیں، بلکہ تمہارا نقصان ہے۔

فرشتہ بننا کمال کی بات نہیں

بہر حال! حضور اقدس ﷺ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے گھبرانے کی بات نہیں، اس لئے تم اس وقت جس حالت میں ہو، یہی تمہارا کمال ہے، یہی بشریت کا کمال ہے، اور تم جو یہ سوچ رہے ہو کہ جو حالت تمہاری میری مجلس میں ہوتی ہے وہی حالت تمہاری ہر حال میں برقرار رہے، وہ انسان کی حالت نہیں، وہ فرشتوں کی حالت ہے، یہ ان کے لئے کمال ہوگا، تمہارے لئے کمال نہیں، تمہارے لئے کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی دھیان رہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کام بھی تم انجام دیتے رہو، جو تمہارے فرائض میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے ساتھ بندوں کے حقوق بھی تمہارے ساتھ وابستہ کئے ہیں، وہ بھی ساتھ ساتھ ادا کرتے رہو تو یہ کمال ہے، نہ یہ کہ تم فرشتے بن جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا دھیان ہی نہ آئے۔

غلبۂ حال کی کیفیت مقصود نہیں

یہ جو بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ صبح سے لیکر شام تک استغراق کی حالت میں رہتے تھے، اور یہاں تک کہ اپنے بچوں کو نہیں پہچانتے تھے، جیسے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس اللہ سرہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کے پاس ان کے بچے آئے، اور آ کر سلام کیا تو آپ پہچانے نہیں، اور ان بچوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہی کے بچے تو ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس درجہ استغراق کہ اپنے بیٹے کو بھی نہیں پہچان رہے۔ یہ ''غلبۂ حال'' کی کیفیت ہے، اور یہ دین کے اندر مقصود نہیں، اور یہ حضرات اپنے ''غلبۂ حال'' کے اندر معذور ہیں۔ لیکن یہ کیفیت حاصل کرنے کی چیز نہیں، یہ کیفیت تمنا کرنے کی چیز نہیں کہ مجھے یہ کیفیت حاصل ہو جائے، تمنا کرنے کی چیز وہی ہے جو نبی کریم جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، چنانچہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر استغراق طاری نہیں ہوا، تمنا کرنے کی چیز یہ ہے اور یہی بشریت کا کمال ہے، کہ جہاد بھی ہو رہا ہے، اور رات میں نماز کیلئے کھڑے ہیں تو پاؤں پر ورم بھی آ رہا ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ بھی لگائی جا رہی ہے۔ یہ ہے کمال، اور یہی بشریت کا تقاضہ ہے۔ لہٰذا اس بات کی خواہش نہ کرو کہ جبرئیل بن جاؤں، میکائیل بن جاؤں، اسرافیل بن جاؤں، ارے آدمی بننے کی خواہش کرو کہ آدمی بن جاؤں، اور جب وہ آدمی ہوگا اور بشر ہوگا تو اس کے ساتھ بشریت کے جو تقاضے بھی لگے ہوئے ہوں، وہ بھی انجام دے گا۔

ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رہے

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ کام تو سب کرو، لیکن اکثر وقت دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، بس یہ ہے مقصود، یہ جو طریقت اور تصوف میں ریاضتیں اور مجاہدات کرائے جاتے ہیں، اور ذکر واذکار کرائے جاتے ہیں، ان سب کی منزل مقصود اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل ہو جاتا ہے، اور یہ نسبت کیا ہے؟ ''نسبت'' یہ ہے کہ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رہے، جس کو بعض حضرات ''کثرتِ ذکر اور دوام طاعت'' سے تعبیر کرتے ہیں، زبان سے کثرت سے ذکر ہو، اور دل میں اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں وقت گزرے، اور کوئی معصیت سرزد نہ ہو، بس اسی کا نام ''نسبت'' ہے، اور جب یہ ''نسبت'' حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اس شخص کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ دفتر میں کام بھی کر رہا ہے، وہ بیوی بچوں کے ساتھ ہنس بول بھی رہا ہے، اور وہ دوکانداری بھی کر رہا ہے، اور وہ کاشت کاری بھی کر رہا ہے، لیکن اسکا رشتہ اور تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے، اور یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے، اور اسی کا نام ''نسبت باطنی'' ہے، اور اسی کو ''حصول نسبت'' بھی کہتے ہیں۔

مشاہدہ کا مطلب

اسی کو صوفیاء کرام ''مشاہدہ'' بھی کہتے ہیں، ''مشاہدہ'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی صفات کا مشاہدہ، اور اللہ تعالیٰ کی یاد کا دل میں پیوست ہو جانا، بعض لوگ ''مشاہدہ'' کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کا دیدار'' حالانکہ اس دنیا

میں اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، کسی نے نہیں دیکھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں دیکھ پائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو دیکھ تو نہیں سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف یہ دھیان بندھ جاتا ہے کہ میں جو کام کر رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کر رہا ہوں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ کیفیت اور یہ دھیان عطا فرما دے۔ آمین۔

دل کی سوئی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو

یہ کیفیت ایسی ہے جو کہنے سننے سے سمجھ میں نہیں آتی، لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب انسان کثرت سے ذکر کرتا رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں لگا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا دھیان اور اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل میں پیوست ہو جاتی ہے، یہ ایک کیفیت ہوتی ہے، اور اس میں انسان چل پھر رہا ہے، اور دنیا کے دوسرے تمام کام بھی کر رہا ہے، لیکن اس کے دل کی سوئی اللہ جل شانہ کی طرف ہوتی ہے، جیسے آپ نے قطب نما دیکھا ہوگا، اس کی سوئی ہمیشہ ''شمال'' کی طرف رہتی ہے، اس کو چاہے کسی بھی طرف گھماؤ پھراؤ، لیکن اس کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہے گی، اسی طرح اس دل کی سوئی اللہ جل شانہ کی طرف مڑ جاتی ہے، اور آدمی کہیں بھی جائے، اور وہ کسی بھی حال میں ہو، چاہے وہ جلوت میں ہو، یا خلوت میں ہو، گھر میں ہو، یا دوکان میں ہو، بازار میں ہو، یا دفتر میں ہو، زراعت کر رہا ہو، یا تجارت کر رہا ہو، لیکن اس کے دل کی سوئی اللہ جل شانہ کی طرف مڑی ہوئی ہے، بس اسی کا نام ہے ''نسبت باطنہ'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نسبت عطا فرما دے۔ آمین

ہاتھ کام میں، اور دل اللہ کی یاد میں

لیکن اس ''نسبت باطنہ'' کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ استغراق طاری ہوگیا، اور کسی دوسری چیز کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا، ایسا نہیں، بلکہ ضرورت کے مطابق دوسری چیزوں کی طرف بھی دھیان جاتا ہے، اور انسان دوسرے دنیاوی کام بھی کرتا ہے، لیکن دل کی سوئی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف لگی ہوتی ہے، جیسے کسی نے خوب کہا ہے :

دل بیار دست بکار

یعنی ہاتھ تو کام کاج میں لگا ہوا ہے، لیکن دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے، بس اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرمادیتے ہیں، اور یہ کیفیت نہ تو بیان کرنے سے حاصل ہوتی ہے، نہ سننے سے حاصل ہوتی ہے، بس اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرمادیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے فرض کریں کہ ایک شخص کو شدید قسم کی تشویش لاحق ہے، یا اچانک کوئی غم آگیا، کوئی پریشانی آگئی، مثلاً بچہ بیمار ہوگیا، اب دن رات اس پریشانی میں مبتلا ہے، لیکن اس پریشانی کے عالم میں کھانا بھی کھا رہا ہے، اور دنیا کے دوسرے کام بھی کر رہا ہے، لیکن ذہن اس طرف لگا ہوا ہے کہ بچہ بیمار ہے۔ یا مثلاً کوئی خوشی کی خبر سُن لی، اور اس کے نتیجے میں اس کو اتنی خوشی ہوئی کہ دل و دماغ پر خوشی چھاگئی، اور اب وہ اس حالت میں کام بھی کر رہا ہے، کھانا بھی کھا رہا ہے، لوگوں سے ملاقات بھی کر رہا ہے، لیکن دل پر خوشی کی کیفیت ہے، اور وہ اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

زبان سے ذکر پہلی سیڑھی ہے

بالکل اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کا دھیان دل میں پیوست ہوجاتا ہے، اس وقت وہ دنیا کے سارے کام تو کر رہا ہوتا ہے، لیکن اس کے دل کی سوئی اللہ تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہوتی ہے، بس یہی مقصود ہے، اس کو چاہے ''نسبت'' کہو یا اس کو ''مشاہدہ'' کہو۔ یہ سب صوفیاء کرام کی اصطلاحات ہیں، لیکن حضرت تھانوی " فرمایا کرتے تھے کہ ان اصطلاحات کی پھیر میں مت پڑنا، حاصل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مشق کرے، اور اس کا پہلا زینہ ''ذکر لسانی'' ہے کہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا الله جب انسان یہ ذکر جاری رکھتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ ذکر دل کی طرف منتقل ہونا شروع ہوجاتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف زبان سے ذکر کرنے سے کیا حاصل۔ جب دل میں ذکر نہیں۔ بات یہ ہے جب تک زبان پر ذکر نہیں ہوگا تو پھر دل میں بھی ذکر نہیں آئے گا، اس لئے ''زبان سے ذکر کرنا'' یہ پہلی سیڑھی ہے، اس لئے چلتے پھرتے ذکر کرنے کی عادت ڈالو۔ مشق کرنے سے یہ چیز حاصل ہوجائے گی انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سنت کو زندہ کیجئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲۵/اکتوبر ۱۹۹۱ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سنت کو زندہ کیجئے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَنَسۡتَعِیۡنُهٗ وَنَسۡتَغۡفِرُهٗ وَنُؤۡمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡهِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا، مَنۡ یَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ، وَاَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِیۡكَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ، صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا۔ اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

(سورۃ الفرقان: ۷۴)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ

رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ. وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادران عزیز! علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ریاض الصالحین'' میں اس سے پہلے جو باب قائم فرمایا تھا۔ وہ ''بدعات'' کے بارے میں تھا کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی نئی چیز داخل کرنا بدعت ہے۔ اس سے انسان کو بچنا چاہئے ___ اب اگلا باب بدعت کے مقابلے میں قائم فرمایا ہے کہ۔ ''بَابٌ فِيْ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً۔ یعنی یہ باب اس شخص کے بارے میں ہے جو کوئی اچھی سنت جاری کرے۔ یعنی ایک وہ طریقہ جس کا قرآن میں، احادیث میں، صحابہ کرام کے اعمال میں دین کا حصہ ہونا مسلم ہے۔ لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب ایسے موقع پر جب کہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس موقع پر کوئی شخص اس سنت پر عمل کر کے لوگوں کے لئے ایک مثال قائم کرتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس سنت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس عمل کی فضیلت اس باب میں بیان کرنی مقصود ہے۔

کوئی اچھا طریقہ جاری کرنا

اس میں دو قسم کے عمل ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی اچھا طریقہ جاری کرنا، اور دوسرے یہ کہ کوئی چھوٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنا ___ اچھا طریقہ جاری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک عمل تھا جس کی طرف لوگوں کو توجہ نہیں ہو رہی تھی۔ اور اس

شخص نے لوگوں کو اس عمل کی طرف متوجہ کر دیا، اس بارے میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے قرآن کریم کی دو آیتیں نقل کی ہیں اور اس کے بعد ایک طویل حدیث بیان فرمائی ہے۔ پہلی آیت یہ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(سورۃ الفرقان: ۷۴)

یہ سورۃ الفرقان کی آیت ہے۔ اور سورۃ الفرقان کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے "عباد الرحمٰن" کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ یعنی اللہ کے وہ بندے جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان کے کیا کیا اوصاف ہوتے ہیں۔ ان کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

نیک بندوں کی دعا

اس آیت میں اللہ کے ان نیک بندوں کے اوصاف میں ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہماری بیویوں اور شوہروں کو اور ہماری اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا ___ "ازواج" یہ "زوج" کی جمع ہے اور یہ بیوی اور شوہر دونوں پر بولا جاتا ہے۔ مرد کے لئے اس کی بیوی زوج ہے، اور عورت کے لئے اس کا شوہر زوج ہے۔ لہٰذا یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار: ہماری بیویوں یا شوہروں کو اور ہماری اولاد کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ یعنی جب ان کو دیکھیں

تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ دل کو سکون ملے۔ عافیت اور قرار ملے ــــ یعنی ان کو ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما کہ ان کو دیکھ کر ہمیں سکون، عافیت اور قرار حاصل ہو۔

ہمارے بیوی بچوں کو عبادت کی توفیق دیدیجئے

لیکن بعض مفسرین نے بیان فرمایا کہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور طاعت میں لگا ہوا دیکھیں ــــ مومن کے لئے ان کی ازواج اور ذریت کا ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ وہ ان کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ اللہ کی عبادت اور طاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ ہے "قُرَّةَ اَعْيُنٍ" کی تفسیر جو بعض صحابہ کرام سے منقول ہے ــــ اس میں درحقیقت یہ دعا کی جارہی ہے کہ یا اللہ ہماری بیویوں اور بچوں کو اس کی توفیق دیجئے کہ وہ آپ کی عبادت اور طاعت میں لگ جائیں اور اس لئے کہ جب وہ عبادت اور طاعت میں لگ جائیں گے تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔

ہم ایسے دھوکے میں آجاتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ اور یہ بہت بڑے فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ عبادت میں اور تقویٰ میں بھی بہت مشہور تھے۔ ان کے پاس بہت سارے غلام تھے، انہوں نے اپنا یہ اصول بنا رکھا تھا کہ جب آپ کسی غلام کو دیکھتے کہ وہ بہت اچھی طرح عبادت کر رہا ہے اور رات کو تہجد میں کھڑا ہے، خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو اس غلام کو آزاد کر

دیتے۔ فرماتے کہ تم نے اب اللہ کی غلامی اختیار کر لی ہے۔ لہٰذا میں تمہیں اب اپنی غلامی سے نکالتا ہوں۔ اور آزاد کرتا ہوں ــــ غلاموں نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو آزاد ہونے کا بہت آسان نسخہ ہے ــــ چنانچہ انہوں نے یہ کیا کہ ہر روز ایک غلام عبادت کے لئے کھڑا ہو جاتا، خوب خشوع و خضوع کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دکھانے کے لئے ان کے سامنے نماز پڑھتا، جب آپ اس طرح اس کو عبادت کرتے ہوئے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو اس کو آزاد کر دیتے۔ یہاں تک کہ اکثر غلام اس طرح ایک ایک کر کے آزاد ہوتے چلے گئے ــــ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ غلام تو اخلاص کے ساتھ عبادت نہیں کر رہے ہیں، یہ تو دکھانے کے لئے اور آزاد ہونے کی غرض سے اس طرح آپ کے سامنے عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں ان کا مقصود عبادت کرنا نہیں۔ بلکہ یہ سب لوگ آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور آپ ان کے دھوکے میں آ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جواب دیا۔ فرمایا: ''وہ جانتا تو میں بھی ہوں، یہ سب لوگ آزادی کے شوق میں یہ عبادت انجام دے رہے ہیں اور عبادت کا شوق اور جذبہ ان کے اندر نہیں ہے۔ اور دھوکہ دے رہے ہیں لیکن ایک بات سن لو کہ:

مَنْ خَدَعَنَا بِاللّٰهِ انْخَدَعْنَا لَهٗ

(تهذیب الاسماء للنووی، باب حرف العین المهملة۔ صفحه ۲۹۵)

جو شخص اللہ کے کسی کام میں دھوکہ دے ہم اس کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ یہ

مجھے دھوکہ دے کر آزاد ہو رہے ہیں اور آزاد کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی فضیلت والا عمل ہے۔ میں اس دھوکہ میں آکر عبادت کر رہا ہوں۔ اللہ کی طاعت انجام دے رہا ہوں ایک ایسا کام کر رہا ہوں، جو فضیلت والا کام ہے ___ لہٰذا اگر کوئی شخص دھوکہ دے کر ہمیں طاعت پر آمادہ کر دے تو یہ بڑا اچھا دھوکہ ہے۔ اس لئے میں اس دھوکے میں آجاتا ہوں۔

میں ایسے غلام کو آزاد کرتا ہوں

بہر حال: قرآن کریم میں فرمایا کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (سورۃ الفرقان: ۷۴)

اس میں یہ دعا کی گئی ہے کہ ہماری اولاد اور ہماری ازواج کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایئے۔ اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا راستہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور طاعت میں لگے ہوئے ہوں ___ اور حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ غلام بھی سب تمہارے بھائی ہیں۔ اور تمہارے خاندان کے افراد ہیں۔ اور یہاں تک فرمایا گیا کہ ان کو ''غلام'' بھی مت کہو ___ جب ان کو دیکھیں گے کہ یہ عبادت اور طاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اگرچہ وہ عبادت دکھاوے کے لئے کر رہے ہیں۔ لیکن جب وہ اللہ کی طاعت میں لگ گئے تو میں ان کو آزاد کرتا ہوں ___ بہر حال! گھر والوں کا اللہ کی عبادت اور طاعت میں لگنا یہ بڑی نعمت ہے۔ اور اس آیت میں یہ نعمت مانگی ہے۔ اور یہ دعا سکھائی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرو۔

مجھے متقیوں کا سربراہ بنادیجئے

اور اس آیت میں دوسرا جملہ یہ فرمایا:

وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا

اور ہمیں متقیوں کا امام بنادیجئے ___ یہاں پر امام سے مراد ''سربراہِ خاندان'' ہے، مطلب یہ ہے کہ ہمارے خاندان کو متقی بنادیجئے۔ اور ہمیں اس خاندان کا سربراہ بنادیجئے۔ اس لئے بیوی بچوں والا شخص اپنے خاندان کا ''سربراہ'' ہوتا ہے۔ یعنی ہمارے گھر کے سب لوگ متقی بن جائیں اور ہمیں ان کی سربراہی حاصل ہو جائے۔ اب بظاہر تو اس آیت میں ''سربراہ'' بننے کی دعا مانگی جارہی ہے کہ میں سربراہ بن جاؤں اور سربراہ بننا تو ایک منصب اور عہدہ ہے اور منصب اور عہدہ کی طلب کی حدیث شریف میں ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی شخص عہدے اور منصب کی طلب نہ کرے۔ اور خود سے مانگے ___ لیکن اس آیت میں کہلوایا جارہا ہے کہ ''مجھے متقیوں کا امام بنادیجئے ___ کیوں؟ اس لئے کہ متقیوں کا امام آدمی اس وقت بنے گا جب پہلے وہ خود متقی ہوگا ___ یعنی جب پہلے میں خود متقی ہوں گا اللہ کی عبادت اور طاعت کروں گا، گناہوں سے پرہیز کروں گا تو مجھے دیکھ کر میرے گھر والے میری پیروی کریں گے۔ اس صورت میں مجھے اپنے عمل کا بھی ثواب ملے گا ___ اور میرے گھر والے اس نیک عمل میں حصہ دار بن رہے ہیں۔ اس کا بھی ثواب مجھے ملے گا۔ اس وجہ سے اس آیت کو اس باب ''مَنۡ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً'' کے تحت لایا گیا کہ جو شخص اچھی سنت جاری کرے اس کی اس آیت میں دعا کرائی گئی کہ یا اللہ تعالیٰ ہم اپنے بیوی بچوں کے لئے

اچھی سنت جاری کردیں۔ اور پھر تقویٰ میں ان کے سربراہ بن جائیں۔ لہٰذا ہر شخص ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور مانگا کرے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت تھے

اس کے بعد حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل ہے۔ یہ طویل حدیث ہے۔ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قَالَ: فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ. بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ. فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ (إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا) (انساء:۱) وَالْآيَةَ الَّتِي فِي الْحَشْرِ: (اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللهَ) (الحشر:۱۸) تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ

بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ، (حَتَّى قَالَ): وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا۔ بَلْ قَدْ عَجَزَتْ۔ قَالَ: ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ، حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

(ریاض الصالحین، باب من سن سنة حسنة او سیئة حدیث نمبر ۱۷۱)
(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرہ، حدیث نمبر ۱۰۱۷)

چونکہ یہ طویل حدیث ہے اس لئے اس کا خلاصہ اور ترجمہ عرض کر دیتا ہوں۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور قبیلہ بجیلہ کے باشندے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے شمار خصوصیتوں سے نوازا تھا۔ کسی کو کوئی خصوصیت دی کسی کو کوئی خصوصیت دی۔ اور یہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ حسین اور خوبصورت تھے۔ یہاں تک ان کا لقب ''یُوْسُفُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ'' اس امت

کے یوسف'' مشہور ہو گیا۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا حسن جمال عطا فرمایا تھا۔ اس طرح ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔

(سیراعلام النبلاء، ۱۰۸، جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ الجزء الثانی صفحہ ۵۳۵)

چند فاقہ کش لوگوں کی حاضری

وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دن چڑھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ آئے۔ جن کے جسموں پر کپڑا نہیں تھا اور وہ بمشکل چند چیتھڑوں اور چادر کے ٹکڑوں سے اپنا بدن ڈھانپا ہوا تھا۔ باقاعدہ کوئی لباس ان کے پاس نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ فقر فاقہ کا شکار تھے۔ اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس زمانے میں تلوار کو تو جسم کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ سب لوگ قبیلہ مضر سے تعلق رکھنے والے تھے ___ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ حال دیکھا کہ کھانے کو کچھ میسر نہیں اور جسموں پر کپڑا نہیں۔ تو صدمے سے آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا کہ یہ لوگ کس قدر فقر و فاقہ کا شکار ہیں ___ ان کو دیکھ کر آپ اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ غالباً اس لئے گھر میں تشریف لے گئے کہ اگر گھر میں کچھ ہو تو میں ان کو صدقہ کے طور پر کچھ دیدوں۔ لیکن شاید اس وقت گھر میں کچھ نہیں تھا۔ پھر آپ باہر تشریف لائے۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ اقامت کہی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

ہر شخص صدقہ دے

نماز کے بعد آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ اور قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی:

یَاأَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (سورۃ النساء:۱)

کہ اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ اور پھر دوسری آیت یہ تلاوت کی:

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (سورۃ الحشر:۱۸)

اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو۔ اور ہر انسان کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے اور آخرت کے لئے کیا عمل روانہ کیا ہے ___ اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ ہر انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے آخرت میں کیا بھیجا ہے۔ اس میں خاص طور پر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم جو کچھ بھی صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو گے وہ صدقہ آخرت میں تمہارا بھیجا ہوا مال ہوگا۔ جو آخرت میں تمہیں وہاں پر کام آئے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس دینار ہے تو وہ دینار میں سے صدقہ دے۔ اگر کسی کے پاس سونا ہے تو سونے میں سے صدقہ دے، اگر کسی کے پاس چاندی ہے تو چاندی میں سے صدقہ دے۔ اگر کسی کے پاس کھجور ہے تو کھجور میں سے دے۔ اگر کسی کے پاس گندم ہے تو گندم میں سے دے۔ اور آپ نے یہاں تک فرمایا کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک کھجور

ہے اور کچھ نہیں ہے اور اس کھجور کا ایک ٹکڑا دیدیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک عمل شمار ہوگا۔

آپ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے دمکنے لگا

بہر حال! حضور اقدس ﷺ نے یہ خطبہ دیا۔ اور آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ یہ سامنے فقر و فاقہ زدہ لوگ موجود ہیں۔ اور صدقہ کی فضیلت سن کر حضرات صحابہ کرام ان پر صدقہ کریں گے ـــــ صحابہ کرام آپ کا مقصد سمجھ گئے۔ چنانچہ ایک صاحب وہاں سے اٹھ کر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں آئے تو اس وقت ان کے ہاتھ میں تھیلی تھی۔ جس کو وہ بمشکل اٹھا پا رہے تھے۔ اور وہ تھیلی لا کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ اور عرض کیا کہ آپ اس کو ان فقر و فاقہ زدہ لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی آنا شروع ہوئے۔ کوئی ان کے لئے کھانا لا رہا ہے۔ کوئی کپڑے لا رہا ہے۔ کوئی دوسری چیزیں لا رہا ہے یہاں تک ان کے لئے اچھا خاصا سامان جمع ہو گیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے تو ان حضرات کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر حضور اقدس ﷺ کے چہرے پر غم اور صدمہ کے آثار تھے۔ اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو دیکھنے کے بعد کہ انہوں نے اتنی جلدی ان کی ضروریات کا انتظام کر دیا۔ آپ کا چہرۂ انور خوشی سے دمکنے لگا۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا کہ وہ سونے کا ٹکڑا ہے۔

جو شخص اچھی سنت جاری کرے گا

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی کہ:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ.

(صحیح مسلم کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ حدیث نمبر ۱۰۱۷)

فرمایا کہ جو شخص اسلام میں کوئی اچھی سنت جاری کرے تو اس کو خود اپنے عمل کا بھی ثواب ملے گا۔ اور اس کے بعد جتنے لوگ اس نیک عمل پر کاربند ہونگے ان سب لوگوں کا اجر بھی اس شخص کو ملے گا۔ اس طرح کہ ان لوگوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ مثلاً فرض کریں کہ ایک شخص نے ایک نئی سنت جاری کی۔ اس کو دیکھ کر ایک ہزار آدمیوں نے وہی نیک عمل کرلیا تو ان ہزار آدمیوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اور جس شخص نے ان کو راستہ دکھایا اس کو ایک ہزار آدمیوں کے عمل کا ثواب ملے گا۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی فضیلت بیان فرمائی جو سب سے پہلے جاکر تھیلی لے کر آیا۔ اور پھر اس کو دیکھ کر اور لوگوں کو بھی ترغیب ہوئی۔ اور انہوں نے بھی لاکر صدقہ دیا۔ چونکہ اس پہلے شخص نے یہ نیک سنت جاری کی اس لئے باقی لوگوں کا ثواب بھی اس شخص کو ملے گا۔

جو شخص برا طریقہ جاری کرے گا

اس کے برعکس اگلے جملے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً کَانَ عَلَیْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ۔

فرمایا کہ جو شخص کوئی برا طریقہ جاری کرے تو اس کو خود اپنی برائی کا گناہ بھی ملے گا۔ اور اس کو دیکھ کر جتنے لوگوں نے برائی اختیار کی۔ ان سب کا گناہ بھی پہلے والے شخص کے اعمال نامے میں لکھا جائے گا۔ اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی ___ کیونکہ اس برائی کو سب سے پہلے اس نے ایجاد کیا۔ اس نے جاری کیا۔

ہر قتل کا گناہ قابیل کو بھی ملے گا

اسی وجہ سے قرآن کریم اور احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ اس دنیا میں جتنے قتل ہوئے ہیں۔ ان سب کا گناہ اس شخص کو ملے گا جس نے سب سے پہلے اس دنیا میں قتل کا طریقہ جاری کیا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا ''قابیل'' جس نے سب سے پہلے اس دنیا میں قتل کیا کیونکہ اس سے پہلے قتل کرنے کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ اس نے سب سے پہلے یہ برا طریقہ جاری کیا۔ اس لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ (سورۃ المائدۃ: ۳۲)

کہ جو شخص ایک انسان کو ناحق قتل کرتا ہے تو گویا کہ اس نے ساری انسانیت کو قتل کر دیا۔ لہٰذا برا عمل جاری کرنے کا اتنا بڑا وبال ہے کہ اس کے بعد قیامت تک جو شخص بھی وہ عمل کرے گا اس کا گناہ اس جاری کرنے والے کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔

اس کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا

ایک اور حدیث میں بڑی خوشخبری کا ارشاد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ

(الزهد الكبير للبيهقي، فصل بيان الزهد وانواعه، حديث نمبر ۲۰۷)

فرمایا کہ میری وہ سنت جو مردہ ہو گئی ہو مردہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہو اگر کوئی اللہ کا بندہ اس مردہ سنت کو زندہ کر دے یعنی اس پر عمل کرنا شروع کر دے۔ تو اس زندہ کرنے والے کو سو شہیدوں کے برابر اجر وثواب ملے گا۔

ہم نیک اعمال کیسے کریں؟

یہ حدیثیں ہیں جو آج کے ہمارے اس دور میں ہمارے لئے بڑی تسلی کا سامان ہیں۔ اور بڑی فضیلت اور بشارت کا ذریعہ ہیں۔ کیونکہ یہ بات ہر محفل میں سننے میں آتی ہے کہ صاحب! ہم کیا کریں۔ ماحول ایسا خراب ہو گیا ہے۔

معاشرہ ایسا خراب ہو گیا ہے اس ماحول میں کوئی شخص بھی یہ کام نہیں کرتا۔ ہم یہ کام کیسے کریں؟ کوئی شخص بھی ہمارے ماحول میں نماز نہیں پڑھتا، ہم نماز کیسے پڑھیں۔ کوئی ہمارے معاشرے میں داڑھی نہیں رکھتا، ہم داڑھی کیسے رکھیں۔ کوئی ہمارے ماحول میں قرآن نہیں پڑھتا، ہم قرآن کیسے پڑھیں؟ کوئی ہمارے ماحول میں دین کا علم حاصل نہیں کرتا، ہم کیسے حاصل کریں؟ کوئی ہمارے ماحول میں گناہوں سے نہیں بچتا، ہم کیسے بچیں۔ جگہ جگہ لوگوں کی زبانی یہ عذر سننے میں آتے ہیں۔

دنیا والوں کے طعنہ کی پرواہ مت کرو

سرکار دو عالم ﷺ چودہ سال پہلے بتا گئے کہ اگر کوئی اور یہ اعمال نہیں کرتا تو پھر تو تمہارے لئے لوٹ کا زمانہ ہے۔ پہلے اگر عمل کرتے تو اس پر وہ اجر و ثواب نہ ملتا جو اجر و ثواب تمہیں آج مل رہا ہے کہ جس ماحول میں تم زندگی گزار رہے ہو وہاں سنتیں مردہ ہو رہی ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مٹایا جا رہا ہے۔ وہاں پر سرکار دو عالم ﷺ کی سنتوں کو ترک کیا جا رہا ہے۔ اس ماحول میں رہ کر جب تم کوئی ایک سنت زندہ کر دو گے تو تمہیں سو شہیدوں کا اجر ملے گا ـــــ اس لئے کہ جب تم کسی سنت کو زندہ کرنے کی طرف قدم بڑھاؤ گے تو کوئی طعنہ دینے والا تم کو طعنہ بھی دے گا۔ کوئی تمہارا مذاق بھی اڑائے گا کوئی تمہیں دقیانوس بھی کہہ دے گا ـــــ لیکن یاد رکھو کہ وہ کہنے والا جو کچھ بھی کہے گا وہ تو ہوا میں اڑ جائے گا اور دنیا میں کوئی آدمی بھی ایسا نہیں ہو گا جس نے کسی کی زبان سے

کوئی طعنہ نہ سنا ہو۔ اس لئے کہ دنیا والوں کی زبان کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اگر تم
ان دنیا والوں کی مرضی اور خواہشات کے مطابق بھی چلتے رہو گے تب بھی اس کی
کوئی گارنٹی ہے کہ وہ پھر تمہیں طعنہ نہیں دے گا ــــ پھر بھی وہ تمہیں طعنہ دیں
گے ــــ البتہ فرق یہ ہوگا کہ اب وہ طعنے اللہ اور اللہ کے رسول کی وجہ سے مل
رہے ہیں اور جب کوئی مسلمان اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے اور حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے طعنہ کھاتا ہے تو اس طعنہ کا اجر و ثواب اور
اس طعنہ کی فضیلت کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتے۔ یہ وہ طعنہ ہے جو تمام پیغمبروں کو
دیا گیا۔ کوئی نبی اس دنیا میں ایسا نہیں آیا جس کو طعنے نہ دیئے گئے ہوں ــــ
تمام انبیاء کو طعنے دیئے گئے۔ کسی نے مجنون کہا۔ کسی نے دیوانہ کہا۔ کسی نے
پاگل کہا۔ کسی نے کافر کہا۔ کسی نے کچھ کہا۔ یہ سب طعنے انبیاء علیہم السلام کو ملے۔
لہٰذا اگر اللہ کے راستے پر چلنے کی وجہ سے تمہیں بھی طعنے مل رہے ہیں یا سرکار دو
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ کرنے کی وجہ سے مل رہا۔ ہے تو یہ تو تمہارے گلے کا زیور
ہے۔ اس پر فخر کرو۔ اور اس پر خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر یہ طعنہ مل رہا
ہے ــــ

یہ طعنے تمہارے گلے کا زیور ہیں

آج کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر عام روش سے ہٹ کر ایک
راستہ اختیار کرتا ہے یعنی دین کا راستہ اختیار کرتا ہے اور مثلاً اس نے یہ طے کر لیا
کہ آئندہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھا کروں گا اور اس نے یہ طے کر لیا کہ آئندہ

میں جھوٹ نہیں بولوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ میں تجارت کرتا ہوں تو اس میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اور غلط بیانی سے کام نہیں لوں گا۔ رشوت نہیں دوں گا____ اور اس نے اپنی ظاہری شکل بھی سنت کے مطابق بنالی____ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر طعنوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ مولوی صاحب جا رہے ہیں۔ کوئی ''ملا جی'' کہہ رہا ہے۔ کوئی ''صوفی'' کہہ رہا ہے۔ کوئی کچھ اور کہہ رہا ہے۔ اور کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ یہ کیا تم بیسویں صدی میں یہ طریقہ نکال کر چل پڑے ہو۔ ساری دنیا کہیں اور جا رہی ہے اور تم کسی اور راستے پر جا رہے ہو____ خوب سمجھ لو کہ ان میں سے ایک ایک طعنہ تمہارے لئے کروڑوں روپے سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ ان طعنوں کی وجہ سے سو شہیدوں کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جا رہا ہے۔

قیامت کے دن ایمان والے ہنسیں گے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

(سورۃ المطففین: ۳۴-۳۵)

یعنی کل تم ان ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔ اور آج ایمان والے تم پر ہنسیں گے۔ تمہاری ہنسی تو ناپائیدار تھی۔ لیکن ایمان والوں کی جو ہنسی قیامت کے دن ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اور ابدالآباد کے لئے ہوگی۔

ان طعنوں کے سامنے ڈٹ جاؤ

لہٰذا ان طعنوں سے تو کوئی بھی محفوظ نہیں۔ اب چاہے یہ طعنے دنیا کی خاطر برداشت کرلو۔ یا اللہ کی خاطر برداشت کرلو۔ یہ طعنے تو ملیں گے۔ اگر یہ طعنے دنیا کی خاطر کھاؤ گے تو پھر یہ طعنے دنیا ہی کے اندر رہ جائیں گے۔ اور اگر آخرت کی خاطر کھاؤ گے تو اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں سو شہیدوں کا اجر و ثواب لکھا جا رہا ہے ___ لہٰذا ذرا کمر مضبوط کرلو کہ یہ طعنے ملیں گے اور لوگ مذاق بھی اڑائیں گے۔ برا بھلا بھی کہیں گے اور تمہارے مختلف نام بھی رکھیں گے۔ تو ان کو رکھنے دو اور تجربہ یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ ان طعنوں کے سامنے ڈٹ جائے کہ چلو ان کو طعنے دینے دو تو ایسے لوگ ہی اپنی عزت کراتے ہیں۔ اور انہی طعنہ دینے والے سے کراتے ہیں۔ اور وہی مذاق اڑانے والے بالآخر ان کے آگے جھکتے ہیں۔ جو شخص ان طعنوں سے مرعوب ہو جائے اور ڈر جائے تو اس کو پھر دنیا کے اندر بھی عزت کا راستہ نہیں ملتا۔

پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب

بہر حال! کسی سنت کو زندہ کرنا یہ معمولی بات نہیں۔ اسی لئے ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آخری دور میں ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں ایک آدمی جو نیک عمل کرے گا اس کو پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا ___ مثلاً ایک نماز پڑھی تو

پچاس نمازوں کے برابر ثواب ملے گا۔ ایک روزہ رکھا تو پچاس روزوں کے برابر ثواب ملے گا ــــ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قربان جایئے کہ انہوں نے کوئی بات تشنہ نہیں چھوڑی۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی وقت پوچھ لیا کہ یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ ایک آدمی کو پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا کیا وہ پچاس آدمی اس خراب دور کے مراد ہیں یا اس ہمارے دور کے پچاس آدمی مراد ہیں؟ جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانے کے نہیں۔ بلکہ تمہارے زمانے کے پچاس آدمیوں کا ثواب ملے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن۔ باب ومن سورۃ المائدۃ۔ حدیث نمبر ۳۰۵۸)

پچاس ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے برابر ثواب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں آج ایک نماز پڑھ لو تو پچاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نمازوں کا ثواب کماؤ گے۔ آج ہم اپنے زمانے کو بہت برا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ لوٹ کا زمانہ ہے۔ اس میں اجر وثواب لوٹو۔ اور جو قربانیاں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اور جو قربانیاں عثمان وعلی رضی اللہ عنہما نے دی تھیں۔ ان قربانیوں کے دیئے بغیر جو انہوں نے دیں تمہیں پچاس نمازوں کا ثواب مل رہا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟ ــــ لہٰذا ان طعنوں سے کبھی نہ گھبراؤ اور ان مذاق اڑانے والوں سے کبھی نہ ڈرو۔ اگر یہ تمہارا کوئی نام رکھیں اس کو ہنسی میں اڑا دیا کرو اور یہ سوچا کرو کہ یہ نادان ہیں اور حقیقت حال نہیں جانتے اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اللہ

تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

ان کو آخرت کی خوشیاں عطا فرمادے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دریائے دجلہ کے کنارے جا رہے تھے۔ وہاں سے دریا میں ایک کشتی گزری۔ اس کشتی میں کچھ نوجوان سیر وتفریح کر رہے تھے۔ اور وہ نوجوان گانا بجانا، ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ جیسا کہ تفریح کے دوران نوجوانوں کی عادت ہوتی ہے۔ اور جب کسی جگہ ہنسی مذاق ہو رہا ہو اور دل لگی ہو رہی ہو اس موقع پر وہاں کوئی مولوی یا صوفی آجائے تو وہ اور مذاق کا ذریعہ بن جاتا ہے ___ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے درویش صفت مرید بھی تھے۔ چنانچہ ان کو دیکھ کر ان نوجوانوں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا ___ کسی مرید نے حضرت سے کہا حضرت: یہ بڑے گستاخ قسم کے لوگ ہیں آپ ان کے حق میں بددعا فرمایئے۔ اس لئے کہ اول تو خود گناہ کے اندر مبتلا ہیں اور جو اللہ کے بندے ہیں ان کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے ہیں یہ کتنی بری بات ہے۔ اس لئے آپ ان کے لئے بددعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اے اللہ آپ نے ان لوگوں کو یہاں دنیا میں خوشیاں عطا فرمائی ہیں کہ یہ لوگ ہنس بول رہے ہیں، اے اللہ! ان کو آخرت کی خوشیاں بھی عطا فرمایئے۔ ان کو آخرت میں بھی ہنسی مذاق کا موقع عطا فرمایئے۔ ان کے اعمال ایسے کر دیجئے جس کے نتیجے میں یہ لوگ آخرت میں بھی ہنسی مذاق کر

سکیں ـــــ یہ ہیں اللہ والے۔ کہ اگر کسی نے کوئی مذاق اڑا لیا۔ کسی نے کوئی طعنہ دے دیا تو میرا اس میں دنیا اور آخرت کا کیا نقصان ہوا؟ کیا میرا کوئی مال چھن گیا۔ یا میری جان چلی گئی یا آخرت میں کوئی خرابی ہو گئی؟ اس کے کہنے سے کچھ بھی نہ ہوا ـــــ اور اگر وہ تعریف کر دیتا تو اس کی تعریف سے کیا فائدہ ہوتا؟ کچھ نہیں۔ اگر کوئی معمولی آدمی کھڑے ہو کر یہ کہہ دے کہ آپ بڑے اعلیٰ درجے کے آدمی ہیں تو اس سے کیا فائدہ؟ کچھ نہیں۔ لہٰذا نہ تو دوسرے کی تعریف سے کوئی فائدہ نہ ہی دوسرے کی برائی سے کوئی نقصان۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ دوسروں کے طعنوں کی بالکل پرواہ مت کرو۔ بس اپنا کام سنت کے مطابق کرتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والا اور ان سنتوں کو زندہ کرنے والا بنا دے ـــــ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

***

*

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انعاماتِ رمضان پر شکر

اور

بعد رمضان نئی زندگی کا آغاز

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۱۰/ اپریل ۱۹۹۲ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

انعاماتِ رمضان پر شکر

اور بعد رمضان نئی زندگی کا آغاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران: آیت نمبر ۱۰۲)

تمہید

بزرگانِ محترم و برادران عزیز۔ اللہ جل شانہٗ کا کرم اور انعام ہے کہ آج ایک مہینہ کے مبارک وقفہ کے بعد پھر دوبارہ آپ حضرات سے یہاں (مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال) میں ملاقات ہو رہی ہے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام و کرم ہے جو اپنے بندوں کی طرف مبذول فرماتے ہیں۔ رمضان سے پہلے جو آخری جمعہ گزرا تھا اس میں احقر نے عرض کیا تھا کہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ صرف روزے کا مہینہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک تربیتی کورس ہے جس سے ہمیں گزارا جا رہا ہے۔ یہ ایک بھٹی ہے جس میں تپا کر ہمیں کندن بنایا جا رہا ہے۔۔۔۔ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ مہینہ نصیب ہوا۔ اور الحمد للہ اس ماہ میں اپنی بساط کی حد تک روزے کی، تراویح کی اور تلاوت کی توفیق ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

ہم سب بڑے خوش نصیب ہیں

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔۔ رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد جب حضرت والا کے پاس حاضری ہوتی تھی تو بہت مسرور، شاداں اور کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ استقبال فرماتے اور فرماتے کہ الحمد للہ ہم سب بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مہینہ عطا فرمایا۔ اور آپ نے عید گاہ والی حدیث تو سنی ہے کہ جب مسلمان عید الفطر کی نماز کی ادائیگی کے لئے عید گاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کس طرح فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں

اور کس طرح تمام مسلمانوں کی مغفرت کا اعلان فرماتے ہیں۔ اور نہ صرف مغفرت کا اعلان فرماتے ہیں بلکہ برائیوں کے نیکیوں میں تبدیل ہو جانے کا اعلان فرماتے ہیں ــــ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مغفرت کی امید رکھنی چاہئے لہٰذا ہم سب بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سب مراحل سے گزار دیا۔

مایوسی کا کوئی راستہ نہیں

اور اگر ہم اپنی طرف دیکھیں، اپنے اعمال کی طرف دیکھیں تو پھر بظاہر مایوسی ہونے لگتی ہے کہ ہم کیا اور ہمارے اعمال کیا؟ نہ روزے کا حق ادا ہوا، نہ تراویح کا حق ادا ہوا، نہ تلاوت کا حق ادا ہوا، نہ ذکر کا حق ادا ہوا اور نہ رمضان کا کوئی اور حق ادا کر پائے۔ لہٰذا اگر ہم اپنی طرف دیکھیں تو اس میں امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ لیکن جس ذات گرامی نے ان اعمال کی توفیق عطا فرمائی ہے، اگر اس کی طرف دیکھیں اور اس کی رحمت کی طرف دیکھیں تو مایوسی کا کوئی راستہ نہیں۔ جب انہوں نے روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمادی، تراویح وغیرہ کی یہ سب ان کی طرف سے تھی۔ کیا ہمارے بس میں یہ تھا کہ یہ سب اعمال ان کی توفیق کے بغیر کر گزرتے؟ جب انہوں نے توفیق عطا فرمادی تو پھر ان کی رحمت کو کیوں نہ دیکھیں تو جب انہوں نے عطا فرمائی ہے تو انشاء اللہ قبول کرنے کے لئے عطا فرمائی ہے۔

عبادت کے قبول ہونے کی علامت

بیشک ہر عبادت کے ساتھ فکر یہ ہونی چاہئے کہ وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کرے۔ لیکن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی عبادت کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ وہ عبادت ادا کر لی گئی اور پھر دوبارہ اسی عبادت کی توفیق ہو گئی تو سمجھ لو کہ پہلی عبادت قبول ہو گئی۔ مثلاً ایک نماز پڑھی، پھر دوسری نماز کی بھی توفیق ہو گئی تو معلوم ہوا کہ پہلی نماز قبول ہو گئی۔ مثلاً ایک روزہ رکھا۔ اس کے بعد دوبارہ روزہ رکھنے کی توفیق ہو گئی تو سمجھ لو کہ پہلا روزہ قبول ہو گیا ــــ اگر قبول نہ ہوتی تو دوسری عبادت کی توفیق نہ دی جاتی۔ یہ اللہ جل شانہٗ کی سنت ہے ــــ اور جب عبادت کی توفیق عطا فرما دی اگرچہ وہ عبادت ناقص ہی سی۔ تو اس کو قبولیت بھی عطا فرمائیں گے۔

ہم آپ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے

ہمارے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو ہمیشہ ناقص ہی رہیں گے۔ کبھی کامل ہو ہی نہیں سکتے ــــ اور نہ ہماری عبادت کامل ہو سکتی ہے۔ اور ہماری عبادت کیا کامل ہو گی جو سارے کاملوں کے سردار سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری ساری رات نماز میں کھڑے رہتے جس کی وجہ سے پاؤں پر ورم آ جاتا۔ وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ:

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

اے اللہ، ہم آپ کی عبادت کا حق ادا نہ کر سکے۔ اے اللہ، ہم آپ کی معرفت کا حق ادا نہ کر سکے ــــ جب وہ فرما رہے ہیں کہ ہم سے عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ تو مجھ سے آپ سے کیا حق ادا ہو گا۔ لیکن ہم اپنی نااہلی کو دیکھیں یا ان کی رحمت کو دیکھیں کون سی چیز زیادہ بڑی ہے۔ ان کی رحمت زیادہ بڑی ہے یا ہماری نااہلی زیادہ بڑی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی رحمت کے برابر تو کوئی چیز ہو نہیں سکتی ــــ لہٰذا جب انہوں نے ہمیں عبادت کی توفیق عطا فرمائی ہے تو ہمیں پوری امید رکھنی چاہئے کہ انشاء اللہ وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہے۔ اور اس عبادت پر جو رحمت کے اور اجر و ثواب کے وعدے ہیں انشاء اللہ اپنی رحمت سے ضرور عطا فرمائیں گے۔

توفیق پر شکر، غلطیوں پر استغفار

جہاں تک عبادات میں کوتاہیوں اور غلطیوں کا تعلق ہے تو اس کا علاج بھی بتا دیا کہ جب بھی کسی عبادت کی توفیق ہو جائے تو اس توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور اس عبادت میں جو کوتاہیاں ہوئیں ان پر استغفار کرو ــــ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے جن عبادات کو ادا کرنے کی توفیق دی تھی ان پر شکر ادا کرنے کا وقت ہے۔

چالیس مقامات قرب زیادہ عطا فرما رہے ہیں

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک اور بات فرمایا کرتے تھے۔ وہ

بھی یاد رکھنے کی ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بے شمار انعامات رکھے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ تراویح کی نماز رکھ دی ہے۔ اور جو روزانہ ہمیں پڑھنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ تراویح اللہ تعالیٰ کا بڑا عجیب وغریب انعام ہے۔ اس لئے کہ تراویح کے اندر روزانہ بیس رکعتوں میں چالیس سجدے زیادہ کرنے کی توفیق ہو رہی ہے۔ اور یہ سجدہ وہ چیز ہے کہ بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا اس سے بڑا اونچا مقام کوئی اور نہیں ہے۔
ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بندہ اپنے پروردگار سے جتنا قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اتنا کسی اور حالت میں نہیں ہوتا، سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں حاصل ہوتا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، حدیث ۴۸۲)

ہم اور آپ تو سجدے بھی کرتے ہیں اور بعض اوقات غفلت کی حالت میں کر جاتے ہیں اور ہمیں اس قرب کے لطف کا پتہ نہیں چلتا جو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سجدے میں عطا فرما رہے ہیں۔

سجدہ کرو اور میرے پاس آجاؤ

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو سجدے میں قرب کا خاص مقام عطا فرماتے ہیں یہ سورۃ اقراء کے آخر میں آیت سجدہ ہے جس پر سجدۂ تلاوت کیا جاتا ہے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ "سجدہ کرو، اور میرے پاس آجاؤ"۔ یہ کتنا پیارا جملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم سجدہ کرو

گے تو سجدہ کرتے ہی تمہیں میرا قرب حاصل ہو جائے گا۔ گویا کہ میں تمہیں اپنے قریب لے لوں گا۔ اس قرب کا لطف ہمیں محسوس نہ ہو لیکن جو اللہ والے ہیں۔ ان کو اس قرب کا لطف محسوس ہوتا ہے۔۔۔ حضرت شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادیؒ جو مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔۔۔ حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ ایک مرتبہ ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت والا مجھ سے چپکے سے کہنے لگے:

''میاں اشرف علی: جب میں سجدہ میں جاتا ہوں تو ایسا لگتا ہے جیسے اللہ میاں نے پیار کرلیا''

یہ وہ اللہ کے بندے ہیں جن کو سجدے کی حالت میں قرب کی لذت کا احساس ہوتا ہے۔

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جس وقت یہ پیشانی اسکی بارگاہ میں ٹکتی ہے۔ اور بندہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہتا ہے کہ میں تو تیری چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہوں اور اے میرے پروردگار تو اعلیٰ ہی اعلیٰ ہے۔ جس وقت بندہ یہ کہتا ہے بس اس وقت قرب کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس سجدے کی حالت میں جب بندہ اپنی پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے تو ساری کائنات اس کے نیچے ہوتی ہے۔۔۔ ہمارے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے اور شاعر بھی تھے، وہ فرماتے ہیں کہ:

میں جب سجدہ میں سر رکھ دوں
زمین کو آسمان کر دوں

بہرحال، اللہ تعالیٰ کے حضور یہ سجدہ کوئی معمولی بات نہیں۔

یہ ایک سجدہ جسے توگراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ سجدہ معمولی چیز نہیں، یہ سجدہ مقام قرب ہے۔ اور بارگاہ الٰہی میں حاضری کا پروانہ ہے۔

اب تمہارا سجدہ کامل اور مکمل ہوگیا

بہرحال، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے ہر مومن بندے کو چالیس مقاماتِ قرب مزید روزانہ عطا فرماتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات ہے اور اگر چالیس کو ۳۰ سے ضرب دے دو تو ۱۲۰۰ سجدے اور مقامات قرب عام دنوں سے زیادہ اللہ جل شانہٗ نے عطا فرمائے ہیں۔ کیا اب بھی شکر ادا نہیں کرو گے کہ یا اللہ: آپ نے اپنی بارگاہ میں یہ باریابی اور یہ توفیق عطا فرمائی کہ عام دنوں کے مقابلے بارہ سو مرتبہ مقامات قرب ہمیں نصیب ہوئے ___ لہٰذا اس پر شکر ادا کرو۔ البتہ سجدوں کی ادائیگی میں جو کوتاہی ہوئی کہ اس طرح سجدہ کیا کہ دل کہیں، دماغ کہیں غفلت کی حالت میں سجدہ کرلیا۔ اور مقام قرب کی نعمت کا اندازہ بھی کئے بغیر سجدہ کرلیا۔ تھکن کی حالت میں سجدہ کر رہے ہیں، اس فکر میں کہ جلدی سے یہ تراویح کی ۲۰ رکعتیں ختم ہو جائے تو اچھا ہے۔ یہ غفلت ہوئی۔ اس کا علاج بھی ان کی رحمت نے بتا

دیا کہ جب غفلت ہو جائے تو نماز کے بعد یہ کہو:

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ.

اللہ کے حضور استغفار کرو کہ یا اللہ، آپ نے ہمیں اتنی بڑی نعمت عطا فرمائی تھی لیکن ہم سے اس کی قدر نہ ہو سکی۔ ہم سے اس کا حق ادا نہ ہو سکا۔ ہم نے وہ غفلت کی حالت میں کر لی ___ اے اللہ: ہمیں معاف فرما دے ___ جب استغفار کرلو گے تو وہ سب کوتاہیاں بھی معاف ہو جائیں گی اور وہ اب تمہارے لئے کامل اور مکمل سجدہ لکھ دیا گیا۔ گویا کہ تم نے کامل اور مکمل سجدہ کیا۔

ان سب کی مغفرت کر کے واپس بھیجوں گا

وہ جو عیدگاہ والی حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں کہ یہ میرے وہ مزدور ہیں جنہوں نے اپنا کام پورا کرلیا ہے، اب میں ان کو پورا صلہ دوں گا۔ میری عزت و جلال کی قسم، میرے کرم کی قسم۔ میرے بلندی مقام کی قسم، میری رفعت شان کی قسم، آج میں ان سب کی مغفرت کر کے ان کو واپس بھیجوں گا۔ اور ان کی سیئات کو حسنات سے تبدیل کر دوں گا ___ وہ برائی یہی تھی کہ وہ سجدہ غفلت میں، بے دھیانی میں کر دیا۔ بلا شوق اور ذوق کے نماز ادا کر لی ___ ان سب سیئات کو حسنات سے تبدیل کر دوں گا۔ اگر وہ سجدہ تمہارے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ سجدہ اس لائق تھا کہ تمہارے منہ پر مار دیا جائے ___ لیکن چونکہ وہ سجدہ ہماری توفیق سے کیا۔ ہمارے حکم سے کیا۔ اور تم

نے استغفار بھی کر لیا۔ اب وہ سجدہ کامل اور مکمل کر کے تمہارے نامہ اعمال کے اندر لکھا جائے گا۔ (شعب الایمان للبیھقی، فصل فی لیلۃ القدر، حدیث نمبر ۳۶۹۵)

اپنی طرف دیکھو گے تو مایوسی ہوگی

بہر حال، اس موقع پر دو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ اپنی کوتاہیوں پر استغفار کی، دوسرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی توفیق پر شکر ادا کرنے کی کہ اے اللہ! آپ نے ہمیں اس عبادت کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ کا شکر ہے۔ آپ کا کرم ہے ــــ جب یہ دو کام کر لو گے تو انشاء اللہ یہ پورا رمضان تمہارے لئے باعث خیر و برکت ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انوار و برکات، جو کچھ اجر وصلہ لکھ دیا ہے انشاء اللہ وہ ضرور آپ کو ملے گا۔ بشرطیکہ یہ دو کام کر لو۔ ایک شکر، دوسرے استغفار۔ ہمارے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ مایوس ہونے کی بات نہیں۔ اگر تم اپنی طرف دیکھو گے تو مایوسی ہو گی۔ ارے تم اپنی طرف کیوں دیکھتے ہو؟ تم کیوں اپنے مراقبے میں لگ جاتے ہو؟ تم ان کی رحمت کو دیکھو۔ اور پھر اس کے لحاظ سے ان سے مانگو اور اسی امید سے مانگو کہ جو ثواب بتایا گیا ہے وہ انشاء اللہ ضرور ملے گا۔

تقویٰ پیدا ہوا یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ روزوں کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے تم سے روزے کیا اس لئے رکھوائے کہ تم کو بھوکا اور پیاسا رکھنا مقصود تھا؟ نہیں ــــ بلکہ ہم نے تم سے روزے اس لئے رکھوائے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ یہ

تقویٰ پیدا کرنا مقصود ہے۔ اب رمضان کے گزر جانے کے بعد دیکھو کہ آیا تمہارے اندر یہ تقویٰ پیدا ہوا یا نہیں؟ اگر تقویٰ کا اعلیٰ معیار سامنے رکھ کر اپنے آپ کو دیکھا جائے تو یہ نظر آئے گا کہ یہ تقویٰ ہمارے اندر پیدا نہیں ہوا۔۔۔۔ لیکن الحمد للہ ہر صاحب ایمان، روزہ دار کے اندر اس لحاظ سے تقویٰ پیدا ہوا کہ پچھلے دنوں کے مقابلے میں اس زمانے کا جائزہ لو تو یہ نظر آئے گا کہ پہلے کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان زیادہ ہو چکا ہے اور حلال وحرام کی فکر، رمضان کے مہینے میں پہلے سے زیادہ معلوم ہوئی۔ عبادت کی طرف دھیان زیادہ ہوا۔ لہٰذا کچھ نہ کچھ تقویٰ کی جھلک ہر صاحب ایمان، روزہ دار کو الحمد للہ حاصل ہوئی۔۔۔۔

اس تقویٰ سے رمضان کے بعد کام لو

رمضان المبارک میں شیطان کو قید کر دیا گیا تھا۔ اس لئے گناہوں کے داعیے بھی رمضان المبارک میں کم ہو گئے تھے۔۔۔۔ تو اگرچہ کامل تقویٰ تو حاصل نہ ہوا مگر تقویٰ کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملا۔۔۔۔ جب رمضان المبارک کے پورے مہینے میں تقویٰ کے تربیتی کورس سے گزر گئے تو اب اس تقویٰ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ رمضان المبارک میں کچھ دل نرم ہوا؟ کچھ دل میں گداز پیدا ہوا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ زیادہ ہوئی؟ اب رمضان المبارک کے بعد اس سے کام لے لو۔ یہ بہترین وقت ہے۔۔۔۔ اس لئے کہ جب عید الفطر کی نماز ادا کرنے کے بعد عید گاہ سے نکلے تو مغفرت کا پروانہ لے کر نکلے۔ برائیوں کے حسنات سے تبدیل ہو جانے کا پروانہ لے کر نکلے گویا کہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔

اور اب نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس میں اس بات کا اہتمام کرلو۔ یہی اداء شکر بھی ہے اور یہی تقویٰ کا تقاضہ بھی ہے کہ تقویٰ کی جو شمع رمضان المبارک میں روشن ہوئی تھی اس کو آئندہ بھی فروزاں رکھنا ہے۔ اس شمع کو بجھنے نہیں دینا۔ ایسا نہ ہو کہ رمضان المبارک میں تو ہم گناہوں سے پاک صاف کر دیئے گئے اور برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی گئیں، لیکن رمضان المبارک کے بعد ایسی غفلت طاری ہوئی کہ سب محنت برابر ہو گئی۔ ایسا نہ ہو بلکہ اس تقویٰ کو آگے بڑھاؤ۔

رمضان کے بعد گناہوں سے اجتناب کرو

ٹھیک ہے جتنی نفلی عبادات رمضان المبارک میں کرتے تھے۔ اتنی نہ سہی، اب تراویح نہیں ہوگی، رمضان المبارک میں جتنی قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے اب اتنی نہ کرو، رمضان المبارک جتنا ذکر کرتے تھے اب اتنا نہ کرو۔ پہلے روزہ رکھتے تھے اب روزہ نہ رکھو، اب رمضان المبارک کے بعد زندگی کے عام معمولات شروع ہو گئے۔ لیکن ان معمولات میں اس بات کا اہتمام کرلو کہ فرائض و واجبات میں کوتاہی نہ ہو۔ اور گناہوں سے اجتناب ہو ____ جس اللہ نے آپ کو تقویٰ کی اس بھٹی سے گزار دیا تو اب یہ آنکھیں گناہ نہ کریں۔ یہ کان گناہ نہ کریں، یہ زبان گناہ نہ کرے۔ منہ سے گناہ کی بات نہ نکلے۔ منہ میں حرام کا لقمہ نہ جائے۔ بس اس کا اہتمام کرلو ____ اس لئے کہ یہ رمضان المبارک کے بعد کا زمانہ ایسا ہے کہ اگر آدمی ان باتوں پر پابندی کی کوشش کرے تو اس میں کامیابی کا زیادہ امکان ہے۔ کیونکہ دل ابھی تک نرم ہے۔ اور رمضان المبارک کے اثرات باقی ہیں۔ رمضان کے انوار باقی ہیں اور جب زیادہ وقت غفلتوں

میں گزر جائے گا تو پھر مشکل ہو جائے گی ــــ ابھی سے عزم کر لیا جائے کہ اب ہم انشاء اللہ ایک نئی زندگی شروع کر رہے ہیں۔ اس نئی زندگی میں ہم حلال و حرام کی فکر کریں گے اور جائز اور ناجائز کی فکر کریں گے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کی پوری کوشش کریں گے۔

نماز باجماعت اور تلاوت کا معمول بنالو

اب اپنا ایک ''نظام الاوقات'' بنالیں۔ اس ''نظام الاوقات'' میں فرائض و واجبات کو حتی الامکان صحیح طریقے سے ادا کرنے کو داخل کرلیں۔ نماز باجماعت کو اس ''نظام الاوقات'' کے اندر شامل کر لیں۔ اس لئے کہ نماز باجماعت اس تقویٰ کے راستے کی پہلی سیڑھی ہے۔ لہٰذا کوئی نماز جماعت کے بغیر نہ پڑھے۔ بلا عذر مسجد کی جماعت نہ چھوڑے۔ عذر ہے تو بات دوسری ہے۔ اور تھوڑی سی قرآن کریم کی تلاوت کو ''نظام الاوقات'' میں شامل کر لیں ــــ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب تراویح میں حافظ صاحب قرآن کریم ختم کرتے ہیں تو انیسویں رکعت میں حافظ صاحب سورۃ والناس پڑھ کر قرآن کریم ختم کر دیتے ہیں، اور پھر بیسویں رکعت میں سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ بیسویں میں سورہ والناس پڑھ کر ختم کر دیں ــــ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ یہ درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی تعمیل ہے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَالَ: وَمَا الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ یَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْآنِ اِلٰی اٰخِرِہٖ کُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ۔

کہ قرآن کریم کو اس طرح پڑھو جیسے کوئی مسافر سفر سے ابھی واپس آیا۔ اور پھر فوراً ہی دوسرے سفر پر روانہ ہو گیا ___ یعنی جس مجلس میں تم نے قرآن کریم ختم کیا ہے اسی مجلس میں تمہارا دوسرا قرآن کریم شروع ہو جانا چاہیئے۔ اس لئے کہ قرآن کریم ختم کرنے کی چیز نہیں۔ بلکہ قرآن کریم ایسی چیز ہے کہ انسان اپنی زندگی اس میں ختم کر دے۔ لہٰذا جس مجلس میں قرآن کریم ختم کیا جا رہا ہے۔ اس مجلس ہی میں دوسرا قرآن کریم شروع ہو جانا چاہیے ___

(ترمذی شریف، کتاب القرآت۔ باب ۱۳۔ حدیث نمبر ۲۹۴۸)

دوسرا قرآن کریم شروع ہو چکا

لہٰذا جن حضرات کو تراویح میں قرآن کریم پڑھ کر یا سن کر ختم کرنے کی توفیق ہوئی جس مجلس میں ان کا قرآن کریم ختم ہوا۔ اسی مجلس میں دوسرا قرآن کریم شروع ہو چکا۔ لہٰذا اب ہم سب کا دوسرا قرآن کریم شروع ہو چکا۔ لہٰذا قرآن کریم کی تلاوت کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر لیا جائے کہ صبح کو جب تک تھوڑی سی قرآن کریم کی تلاوت نہ کر لیں۔ چاہے تھوڑی سی ہو اور ہر انسان اپنی مصروفیات کے لحاظ سے مقدار مقرر کر لے۔ ایک پارہ۔ آدھا پارہ۔ پاؤ پارہ۔ لیکن روزانہ تلاوت کرے ___ ایسا نہ ہو کہ رمضان المبارک میں تو ایک ایک دن میں دس دس پارے پڑھے اور رمضان کے بعد چھٹی ہو گئی۔ لہٰذا قرآن کریم کو باقاعدہ اپنے معمولات میں شامل اور داخل کر لیں۔

دعاؤں اور تسبیحات کا معمول بنالو

تیسرے یہ کہ رمضان المبارک کا مہینہ دعاؤں کا مہینہ تھا۔ الحمد للہ اس

مبارک مہینے میں دعاؤں کی توفیق ہوئی۔ لیکن یہ نہ ہو کہ اب رمضان کے بعد دعا کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے، بلکہ رمضان کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا اور مانگنے کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔ اور اس کے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ اَدعیہ ماثورہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جن کو حضرت تھانویؒ نے مناجات مقبول میں جمع فرما دی ہیں۔ روزانہ ''مناجات مقبول'' کی ایک منزل کی تلاوت کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ کچھ ذکر و تسبیحات بھی اپنے معمولات میں داخل کرلیں: مثلاً

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

ایک تسبیح روزانہ۔

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ

ایک تسبیح روزانہ۔ اور ایک تسبیح استغفار کی۔

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

ایک تسبیح درود شریف کی۔ اور ایک تسبیح

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

فجر کی نماز کے بعد روزانہ ایک ایک تسبیح کا معمول بنالو۔ اور اگر اس وقت موقعہ نہ ملے تو ۲۴ گھنٹوں میں کسی بھی ایک تسبیح پڑھنے کا معمول بنالو۔

گناہ کے قریب نہ جانے کا عہد کرلو

اور اپنے نفس کے ساتھ ایک عہد کرلیں کہ دیکھو، اب تمہاری نئی زندگی

شروع ہورہی ہے۔ اب گناہ کے قریب نہیں جانا۔ اور اپنے آپ سے وعدہ کرلو۔ کہ اب ہم گناہ کے قریب نہیں جائیں گے ___ پھر جب کبھی کسی گناہ کا داعیہ پیدا ہو اور کسی گناہ کا محرک سامنے آئے تو اس وقت اس عہد اور وعدے کو یاد کرے کہ میں نے اپنے نفس سے یہ عہد کیا تھا۔ اب تم اس عہد پر ثابت قدم رکھنا۔ ڈگمگا مت جانا ___ اور پھر رات کو جب بستر پر لیٹنے لگو تو اپنا جائزہ لو کہ میں نے اپنے نفس سے جو عہد کیا تھا اس پر کس حد تک قائم رہا اور کس حد تک قدم پھسل گیا۔ اور غلطی ہوگئی۔ اگر کسی موقع پر غلطی ہوگئی ہے تو فوراً استغفار کرے کہ یا اللہ: اب کی مرتبہ تو غلطی ہوگئی آپ معاف فرمادیں۔ اب آئندہ گناہ نہیں کروں گا۔ اسی عہد کو دوبارہ تازہ کرلے۔

سوتے وقت یہ کام کرلو

اور حضرت کی وہ باتیں جو میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ حضرت فرماتے ہیں کہ رات کو بستر پر لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی استحضار کرو۔ اور ان سب نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور جو غلطیاں ہوگئی ہیں ان پر استغفار کرو۔ اور کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرو۔ اس کے بعد سو جاؤ۔ اور روزانہ یہ عمل کرلیا کرو۔ اگر سوتے ہوئے موت آجائے گی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ سیدھا جنت میں جاؤ گے ___ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے، اپنے فضل سے مجھے اور آپ سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ظلم کی مختلف صورتیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۳/جنوری ۱۹۹۲ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ظلم کی مختلف صورتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا، وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ، فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهٖ وَقَالَ: مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهٗ اُمَّتَهٗ۔ الخ

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع۔ حدیث نمبر: ۴۴۰۲)

خطبہ حجۃ الوداع

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس حدیث میں خطبہ حجۃ الوداع کا ایک حصہ نقل فرمایا ہے۔ اور یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عجیب و غریب خطبہ ہے۔ یوں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج جس کے صرف تین ماہ بعد آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس حج کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع آپ کے ساتھ تھا ـــــ آپ اندازہ لگایئے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سال کی محنت کا پھل تھا۔ تیئیس سال تک آپ نے جو محنت کی اور جو مشقت اٹھائی حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صورت میں اس کا پھل سامنے موجود تھا ـــــ اور ساتھ میں یہ بھی احساس تھا کہ الحمد للہ میرے آنے کا جو مشن تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔ اور اب مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔ لہٰذا میں اس موقع پر میں ان صحابہ کرام کو ایسی باتیں بتا تا جاؤں جو قیامت تک ان کی رہنمائی کریں۔

موت سے پہلے کی جانے والی نصیحتیں

اس لئے حجۃ الوداع کے خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے اصول بیان فرمائے اور جیسے باپ اپنے بیٹے کو رخصت ہوتے وقت نصیحت کرتا ہے تو وہ اس نصیحت میں اپنی ساری زندگی کا نچوڑ پیش کر دیتا ہے ـــــ فرض کرو

کہ ایک باپ ہو اور اس کی اولاد ہو، اور اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک گھنٹہ کے بعد میرا انتقال ہونے والا ہے تو وہ اپنی ساری زندگی کے تجربات کا نچوڑ ان کے سامنے بیان کر دے گا کہ بیٹا! ان ان چیزوں سے پرہیز کرنا، اور یہ یہ کام کرنا۔ اس وقت وہ باپ جو وصیت کرے گا وہ کتنے دل سے کرے گا۔ اور وہ وصیت کتنی صحیح اور سچی وصیت ہوگی۔

اس سال کے بعد میں تم کو نہ دیکھ سکوں

جب باپ اپنے بیٹوں کو ایسی وصیت کرتا ہے تو سرکار دو عالم ﷺ کی رحمت اور شفقت اپنی امت پر اولاد سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے حجۃ الوداع کے خطبہ کا آغاز ہی ان الفاظ سے فرمایا:

لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا

(ترمذی شریف۔ کتاب الحج۔ باب ما جاء فی الافاضہ من عرفات حدیث نمبر ۸۸۶)

یعنی شاید اس سال کے بعد میں تم کو نہ دیکھ سکوں۔ یعنی میری تم سے ملاقات اس جگہ نہ ہو۔ اس لئے میں تم کو ایسی باتیں بتا رہا ہوں جن کو تم پلے باندھ لو۔ یہ ہے ''خطبہ حجۃ الوداع'' جو اسلام اور دین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے ــــ یہ خطبہ بڑا طویل ہے اور اس میں بہت ساری باتیں ہیں۔ لیکن یہاں پر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خطبہ کا ایک ٹکڑا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں جہاں اور بہت سی باتیں ذکر فرمائیں، وہیں پر آپ نے مسیح دجال کا جو فتنہ آنے والا ہے اس کا بھی ذکر فرمایا۔ اس کی تفصیلات بیان فرمائیں۔

مسیح دجّال کی علامتیں

اس میں یہ بھی بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھیجا ہے اور جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ان سب نے اپنی امت کو دجال کے فتنے سے ڈرایا کہ یہ فتنہ آنے والا ہے کہیں تم اس فتنہ کا شکار مت ہو جانا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو ڈرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء علیہم السلام آئے انہوں نے اپنی اپنی امت کو ڈرایا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو مسیح دجال کی علامت بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ أُمَّتَهُ، أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ، أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

(حوالہ سابقہ بخاری شریف حدیث نمبر ۴۴۰۲)

فرمایا کہ وہ علامت یہ ہے کہ اس کی داہنی آنکھ کانی ہوگی۔ بیشک تمہارا رب کانا نہیں، جبکہ اس کی آنکھ ایسی ہوگی جیسے پچکا ہوا انگور ہوتا ہے۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور وہ خدائی کے دعویٰ کی دلیل میں بعض ایسے کام کر کے دکھائے گا جس کو دیکھ کر بعض لوگوں کو شبہ ہو جائے گا۔ مثلاً وہ جب بارش برسانا چاہے گا بارش برس جائے گی ـــــ اس کی وجہ سے لوگ دھوکہ میں پڑ جائیں گے۔

دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا

اور شریعت کی اصطلاح میں ایسے کاموں کو ''استدراج'' کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات کسی ظالم، فاسق، فاجر، کافر کو ڈھیل دے دی جاتی ہے۔ اس ڈھیل میں بعض اوقات وہ ایسے کام کر دکھاتا ہے جو کام عادت کے خلاف اور حیرت انگیز کام ہوتے ہیں۔ یہ ''استدراج'' اور آزمائش ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دجال چاہے کتنے ہی کرشمے دکھائے، بارش برسائے، یا کوئی اور کام کرے۔ لیکن میں تمہیں اس کی علامت بتا رہا ہوں کہ وہ کانا ہوگا۔ اور اس کی داہنی آنکھ پچکے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔ اس لئے اس کو دیکھ کر پہچان لینا۔ کیونکہ تمہارا خدا کانا نہیں ہوسکتا۔

کونسا دن، کونسا مہینہ ہے

پھر اگلا جملہ یہ ارشاد فرمایا جس کی وجہ سے یہ حدیث علامہ نووی ؒ اس باب میں لائے ہیں۔ وہ یہ ہے:

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، (حوالہ بالا بخاری۔ حدیث نمبر ۴۴۰۳)

ایک دوسری روایت میں اس کی تفصیل اس طرح آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آج کونسا دن ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ عرفہ کا دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عرفہ کا دن بڑی

حرمت والا دن ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ مہینہ کونسا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے اور ذوالحجہ کا مہینہ زمانہ جاہلیت سے بڑی حرمت والا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بڑی حرمت والا مہینہ ہے ___ پھر پوچھا کہ یہ جگہ کونسی ہے جہاں میں تم سے خطاب کر رہا ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ یہ عرفات کا میدان ہے۔

ایک دوسرے کی جان، مال، عزت پر حملہ مت کرنا

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! آج کا یہ دن کتنا حرمت والا ہے اور یہ جگہ جہاں میں تم سے خطاب کر رہا ہوں، یہ کتنی حرمت والی جگہ ہے اور یہ مہینہ جس میں تم سے خطاب کر رہا ہوں، یہ کتنی حرمت والا مہینہ ہے۔ خوب سن لو! کہ تمہاری آپس میں ایک دوسرے کی جانیں، ایک دوسرے کے مال اور ایک دوسرے کی آبروئیں ایک دوسرے پر اتنی ہی حرمت والی ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت، آج کی جگہ کی حرمت اور اس مہینہ کی حرمت ہے۔ اس لئے میرے دنیا سے جانے کے بعد تم ایک دوسرے کی جان، مال اور آبرو پر حملہ آور نہ ہو جانا۔

ایک چیز کی حرمت کعبہ کی حرمت سے زیادہ ہے

اسی سے ملتی جلتی ایک حدیث ابن ماجہ میں آئی ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے۔ طواف کرتے ہوئے آپ نے بیت اللہ سے

خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے کعبہ! اے بیت اللہ! تو کتنی حرمت والا ہے، تو کتنی عظمت والا ہے، تو کتنا مقدس ہے ____ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ کعبہ سے زیادہ حرمت اور کعبہ سے زیادہ تقدس رکھنے والی کوئی چیز ہے؟ ____ میں نے کہا کہ "اللہ ورسولہ اعلم" کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم ____ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! ایک چیز ایسی ہے جس کی حرمت اس کعبہ سے بھی زیادہ ہے، وہ ہے ایک مسلمان کی جان، اس کا مال، اس کی عزت اور آبرو۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان پر یا کسی مسلمان کے مال پر یا کسی مسلمان کی عزت اور آبرو پر ناحق حملہ کرتا ہے یا اس کی حق تلفی کرتا ہے تو یہ عمل ایسا ہے جیسے کوئی شخص بیت اللہ کو ڈھا دے۔ جس طرح کعبہ کو ڈھانے والا ظالم ہے، اس سے بڑا ظالم وہ شخص ہوگا جو کسی انسان پر ظلم کرے ____ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی جان، مال اور آبرو کی اتنی حقیقت بیان فرمائی۔

(سنن ابن ماجة، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن۔ حدیث نمبر ۳۹۳۲)

آج مسلمان کی جان مکھی، مچھر سے زیادہ بے حقیقت

لیکن آج کے اس دور میں ایک مسلمان کی جان اتنی ہی بے حقیقت ہے۔ بلکہ مکھی اور مچھر سے زیادہ بے حقیقت۔ آج نہ جان کی کوئی قیمت ہے اور نہ مال اور آبرو کی کوئی قیمت، دوسرے کا مال کھا گئے تو بس کھا گئے ____ دوسرے مسلمان کی آبرو پر حملہ کرتے ہوئے اس کی غیبت کر دی تو کر دی، کسی مسلمان کی

جان لینی ہوئی تو لے لی، کوئی پرواہ نہیں۔

ایک مرتبہ ایک کوئی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھا کہ حالت احرام میں مجھ سے مچھر مر گیا تو اس کا کیا فدیہ اور کیا کفارہ ادا کروں؟ جواب میں انہوں نے فرمایا کہ خدا کے بندے! تجھے مچھر کے مرنے کی تو اتنی فکر ہو رہی ہے اور تمہاری قوم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو شہید کر دیا۔ اس وقت کفارہ کا خیال نہیں آیا کہ کیا کفارہ ادا کروں۔ اور کیا تلافی کروں؟ ___ آج یہی صورت ہو رہی ہے کہ آج مسلمان کی جان کو مچھر اور مکھی سے زیادہ بے حقیقت سمجھ رہے ہیں اور مال اور آبرو کے بارے میں کھلی چھوٹ سمجھتے ہیں کہ جو جی میں آیا کر لیا اس کی کوئی فکر نہیں کہ میرے پاس یہ دوسرے کا مال آیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ حدیث نمبر ۵۹۹۴)

اے اللہ! آپ گواہ رہئے گا

بہرحال! اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون کو اور تمہارے مال کو ایسی حرمت دی ہے جیسے آج کے دن کی حرمت، آج کے مہینے کی حرمت ___ اس کے بعد پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا:

أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، ثَلَاثًا

(حوالہ بالا۔ بخاری حدیث نمبر ۴۴۰۳)

کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا یا نہیں؟ میں نے ان سب کو بتا دیا اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اے اللہ! آپ گواہ رہیے گا کہ میں نے آج کے دن ان کے سامنے اپنی تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

(حوالہ بالا۔ بخاری حدیث نمبر ۴۴۰۳)

میرے جانے کے بعد ایسا نہ ہو کہ تم پھر کفر کی طرف لوٹ جاؤ، اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ اس حدیث کو یہاں لانے کا منشا یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کی جان ہو یا مال ہو، یا عزت اور آبرو ہو، اس کی حرمت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہمیت دی کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی تفصیل بیان فرما کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا کہ میں نے یہ تفصیل بیان کر دی۔

دوسرے کی ایک بالشت زمین پر قبضہ کرنے کا عذاب

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، إِنَّ رَسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِیْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرْضِیْنَ.

(بخاری شریف کتاب المظالم، باب الم من ظلم شیئاً من الارض حدیث نمبر ۲۴۵۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص کسی دوسرے کی زمین ایک بالشت برابر بھی ظلماً قبضہ کر لے تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا ـــــ اب سوال یہ ہے کہ انسان کا گلا تو چھوٹا سا ہے سات زمینوں کا طوق بنا کر اس کے

گلے میں کیسے ڈالا جائے گا؟۔۔۔۔ محدثین کرام نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کو زمین کے اندر دھنسایا جائے گا کہ زمین کے جو سات طبقات ہیں ان سے بھی نیچے تک اس کو دھنسایا جائے گا۔ یہ عذاب کی ایک شکل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ اب یہ سات زمینوں کا طوق بنانے اور زمین میں دھنسانے کی شکل کیا ہوگی؟ ہم اور آپ اس کو یہاں سمجھ نہیں سکتے، اس لئے کہ ہم اپنے ماحول اور اپنے گردو پیش کی حدود میں محدود ہیں اور آخرت کے حالات ہماری فہم اور ادراک سے بالا تر ہیں۔ بہرحال یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے جس کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے کی زمین ناحق قبضہ کر لینا، یہ کتنا سخت معاملہ ہے۔ اور حدیث شریف میں ایک بالشت کے الفاظ ہیں کہ ایک بالشت زمین پر قبضہ کرنے کا یہ عذاب ہوگا۔ بالشت کے لفظ سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ آدمی اسی وقت غاصب سمجھا جائے گا جب وہ لمبا چوڑا پلاٹ قبضہ کر لے۔ بلکہ چھوٹی زمین ہے لیکن وہ غصب کی ہے اور ناحق ہے اس پر بھی یہ عذاب صادق آئے گا بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں ہم نے سمجھا ہوا ہے کہ وہ غصب کے اندر داخل نہیں۔ قبضہ کرنے کی انتہائی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی کی زمین چھین لے، غصب کر لے اور موقع پا کر اپنی ملکیت میں اس کو شامل کر لے۔ یہ عمل تو ہے ہی حرام اور مندرجہ بالا وعید اس پر صادق آتی ہے۔ لیکن علماء کرام نے فرمایا کہ کسی بھی طریقے سے کسی دوسرے کی زمین کا استعمال اس کی اجازت اور مرضی اور خوشی کے بغیر کیا جائے تو وہ بھی اس وعید کے اندر داخل ہے۔ ان طریقوں کے بارے میں ہمارا دھیان

بھی اس طرف نہیں جاتا کہ یہ ہم دوسرے کی زمین غصب کر رہے ہیں اور اس کو ناجائز طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

کرایہ داری کا معاہدہ

آج کل ایک وبا بہت عام ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ مکان کا مالک کوئی اور ہے اور دوسرا آدمی اس مکان میں کرائے پر رہتا ہے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس وقت وہ کرایہ دار اس مکان کو کرایہ پر لے رہا تھا اس وقت کتنی مدت کا معاہدہ ہوا تھا؟ جتنی مدت کا معاہدہ ہو مثلاً ۳ سال، ۵ سال، ۱۰ سال کا معاہدہ ہو۔ جب وہ مدت گزر جائے تو اس کے بعد ایک دن بھی مالک کی مرضی کے بغیر اس مکان میں رہنا جائز نہیں ــــــ اور اگر کوئی مدت مقرر نہیں تھی تو اس صورت میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ صرف ایک ماہ کی مدت کرایہ داری کے لئے معتبر ہو گی۔ اس صورت میں ہر ماہ کرایہ داری کی تجدید کرنی ہو گی۔ بہرحال جب مدت پوری ہو جائے تو مالک مکان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کرایہ دار سے مکان خالی کرا لے۔

کرایہ دار کا مکان پر قبضہ کر لینا

لیکن آج کل کے قانون میں کرایہ دار کو تحفظ دیا گیا ہے کہ بعض حالات میں مالک، مکان خالی نہیں کرا سکتا۔ اس کے لئے بعض شرطیں ہیں ــــــ اب لوگ اس قانون کا فائدہ اٹھا کر مکان خالی کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو کرایہ ادا کر رہے ہیں ــــــ ارے بھائی! یہ قانون اسی دنیا کی حد تک ہے جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہو گی تو وہاں قانون کا یہ عذر قابل

قبول نہیں ہوگا، اس لئے کہ شرعاً وہ قانون آپ کو مکان پر قبضہ برقرار رکھنے پر مجبور نہیں کرتا اگر کوئی شخص چاہے تو خالی کر سکتا ہے۔ چونکہ مالک کی مرضی کے بغیر تم اس کے مکان میں رہائش رکھے ہوئے ہو اس لئے وہ کرایہ دینا بھی معتبر نہیں۔ اور غصب کرنے کا گناہ اپنی جگہ ہے۔ بہرحال مالک کی مرضی کے بغیر دوسرے کی ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ کرنا حرام ہے۔ اور اس پر یہ وعید بیان فرمائی کہ سات زمینوں تک اس کو دھنسایا جائے گا۔ آجکل دوسروں کی زمین پر قبضہ کرنے کی وبا بہت پھیل گئی ہے اور لوگ اس کو بہت معمولی بات خیال کرتے ہیں ــــــ اور قانون تمہیں اس بات پر مجبور بھی نہیں کرتا کہ تم لازماً اس مکان پر قبضہ کر کے بیٹھے رہو۔ اس لئے دوسرے کے مکان پر قبضہ کر کے بیٹھنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

خوش دلی کے بغیر دوسرے کا مال حلال نہیں

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ

(سنن دار قطنی کتاب البیوع حدیث نمبر ۹۱)

فرمایا کہ کسی بھی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر تمہارے لئے حلال نہیں۔ خوش دلی کے ساتھ دینا ضروری ہے۔ اگر شرما شرمی میں یا زبردستی میں دوسرے نے اپنا مال دے دیا وہ مال بھی تمہارے لئے حلال نہیں۔ ہاں: جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص سوچ سمجھ کر خوش دلی سے اپنے اختیار سے دے رہا

ہے پھر وہ مال حلال ہے۔ لہٰذا وہ کرایہ داری جو زبردستی قانون کے زور پر کرائی جاتی ہے وہ خوش دلی سے نہیں ہوتی وہ کرایہ داری حرام ہوتی ہے ــــــ اور کسی دوسرے کی زمین پر اس طرح قبضہ کرنا درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ــــــ آمین۔

دوسرے کی دیوار کا استعمال غصب ہے

بہرحال: بات صرف اس حد تک نہیں کہ کسی کی زمین پر قبضہ کر کے اس پر مکان بنا لیا اور اس میں رہنا شروع کر دیا۔ بلکہ زمین کا یا مکان کا ایسا استعمال جو مالک کی مرضی کے خلاف ہو وہ بھی ''غصب'' کے اندر داخل ہے ــــــ مثلاً آجکل اس کا رواج عام ہو چکا ہے اور کوئی شخص اس کو برا ہی نہیں سمجھتا کہ دوسرے شخص کے مکان کی دیوار پر اشتہار لگا دیا۔ یا نعرے لکھ دیئے، اور اس کے نتیجے میں ساری دیوار کالی ہو رہی ہے ــــــ ظاہر ہے کہ کسی دوسرے شخص کے مکان کی دیوار کا استعمال اس کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر کرنا یہ بھی ''غصب'' کے اندر داخل ہے ــــــ لیکن پوری قوم اس کام پر لگی ہوئی ہے۔ بڑی بڑی اصلاحی تحریکیں، بڑی بڑی جماعتیں اور انجمنیں بھی اس میں مبتلا ہیں کہ لوگوں کے اموال، لوگوں کے مکانات اور دیواروں کو سیاہ کر رہے ہیں۔ اگر کوئی ان کو روکے تو وہ روکنے والا ظلم کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت دوسرے کی ملک کا، دوسرے کی جائیداد کا، دوسرے کی دیوار کا غلط استعمال ہے اور ناجائز استعمال ہے لیکن آج پوری قوم اس کے اندر مبتلا ہے۔ اور کوئی زبان کھول کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ

تم یہ کام غلط کررہے ہو یا ناجائز کررہے ہو، گناہ کا کام کررہے ہو۔

اسلام کے دعویدار اور غلط کام

بلکہ بعض اوقات خود اسلامی نظام کے دعویدار، اسلامی انقلاب کے دعویدار، وہ خود یہ کام کررہے ہیں اب ذہن میں کیسے آئے کہ یہ گناہ کا کام ہورہا ہے، اس لئے کہ ہم خود اسلام کے علم بردار ہیں، اسلامی نظام کے قائم کرنے والے ہیں، اس لئے یہ کام حرام اور ناجائز کیسے ہوا؟____ لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ میں گناہ کرکر کے، اللہ کی نافرمانی کرکر کے، لوگوں کے حقوق پامال کرکر کے اسلام نافذ کروں گا تو یاد رکھئے اس طرح اسلامی نظام کبھی نہیں آسکتا۔

پہلے اس چھ فٹ کے جسم پر اسلام نافذ کرلو

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس طرح اسلام کے نفاذ کا حکم دیا اسی طرح اسلام کے نفاذ کا طریقہ بھی بتادیا۔ اور ہمارے ذمے کچھ حقوق وفرائض عائد فرمائے۔ جب تک ہم ان کی پابندی نہیں کریں گے اس وقت تک اسلام نافذ نہیں ہوسکتا۔ اور پورے ملک پر اسلام نافذ کرنا تو بہت بڑا کام ہے کسی ایک فرد کے اختیار میں نہیں کہ وہ پورے ملک پر صحیح معنی میں اسلام نافذ کردے____ لیکن ایک سلطنت ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دے رکھی ہے۔ وہ ہے اس کے سر سے لے کر پاؤں تک کی حکومت، یہ پانچ چھ فٹ کا جسم اس پر ہر انسان کی حکومت ہے اور ہر انسان کو اس پر کلّی اختیار حاصل ہے، کوئی دوسرا شخص اس میں

مداخلت کرنے والا نہیں۔ بھائی! پہلے اس پانچ چھ فٹ کی حکومت پر تو اسلام نافذ کر لو، اس جسم کو تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع بنا لو۔ اگر کوئی شخص اس جسم پر اسلام نافذ نہیں کر سکتا وہ پورے ملک پر کیسے نافذ کرے گا۔

سیاہ کاری پوری قوم کا مقدر بن چکی ہے

بہرحال آج کسی محلے میں نکل جاؤ تو کوئی دیوار ایسی نہیں ملے گی جس پر یہ نعرے درج نہ ہوں۔ ساری دیواریں سیاہ ہیں، سارا شہر سیاہ ہو رہا ہے اور در حقیقت یہ سیاہ کاری پوری قوم کا مقدر بن چکی ہے۔ کوئی ٹوکنے والا نہیں، کوئی اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک بالشت زمین دوسرے کی ناجائز طریقے پر استعمال کی تو قیامت کے روز اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین حدیث نمبر ۳۱۹۸)

یہ باتیں سن کر بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے تو یہ سب دنیا داری کی باتیں شروع کر دی ہیں.... ہم تو اس خیال سے یہاں آتے ہیں کہ یہاں دین کی اور نماز، روزے کی باتیں سن لیں گے، لیکن یہاں تو دنیا داری کی باتیں ہو رہی ہیں۔

یہ سب باتیں دین کا حصہ ہیں

خوب سمجھ لیجئے! یہ ساری باتیں دین کا حصہ ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہے کہ دین صرف مسجد کے اندر ہوا کرتا ہے مصلیٰ اور جائے نماز پر ہوا کرتا ہے تو وہ شخص اپنے ذہن سے یہ بات نکال دے ___ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر جگہ

''مسلمان'' بنایا ہے۔ ہمارا ہر قول و فعل، ہماری ہر نقل و حرکت اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے تابع ہونی چاہئے ــــ چونکہ اس عمل کے گناہ ہونے کا احساس نہیں۔ اس لئے اس عمل پر شرمندگی بھی نہیں اور اس لئے دوسرا شخص اس پر ٹوکتا بھی نہیں کہ تم جو یہ کام کر رہے ہو یہ غلط کام کر رہے ہو، اس کے خلاف کوئی آواز بھی نہیں اٹھاتا، اس لئے کہ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب جائز ہے ــــ حالانکہ یہ کام ناجائز اور حرام ہے۔

مساجد کی دیواریں محفوظ نہیں

اب یہ ہماری مسجد بیت المکرم ہے۔ اور اسی طرح دوسری مساجد ہیں ان کی دیواریں نعروں سے اور اشتہارات سے پٹی پڑی ہیں۔ اب یہ مسجد جو اللہ کا گھر ہے تو اللہ کے گھر کی دیوار کو اس کام کے لئے استعمال کرنا تو اور زیادہ بری بات ہے ــــ ہاں کوئی جگہ ایسی ہو جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس پر اشتہار لگانے سے کسی کو اعتراض نہیں ہوگا تو اس جگہ کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ــــ لیکن اس طرح بلا امتیاز دوسروں کی دیواریں استعمال کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

ظلم اور غصب کے بارے میں اصول یاد رکھیں کہ ''ظلم'' اور ''غصب'' صرف یہ نہیں کہ دوسرے کی زمین پر قبضہ کر لیا اور اس پر مکان بنا کر بیٹھ گیا، تب ظلم ہوگا۔ بلکہ دوسرے شخص کی کوئی جگہ بھی ناجائز طور پر بلا اجازت استعمال کرنا وہ سب اس کے اندر داخل ہے ــــ فقہاء کرام نے فقہ کی کتابوں میں اس پر بحث کی اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت سے جو ''پرنالہ'' نکالے گا وہ پرنالہ جتنا لمبا

نکال سکتا ہے؟ اس لئے کہ اس شخص کی ملکیت تو صرف اتنی ہے جتنا اس کا گھر ہے۔ اور جب وہ پرنالہ گھر کی چھت پر لگائے گا تو وہ ''فضا'' کا اتنا حصہ اپنے استعمال میں لائے گا جو اس کی ملکیت نہیں ____ تو اب شرعاً کسی حد تک فضا میں پرنالہ نکالنے کی اجازت ہے کہ اس سے آگے اگر پرنالہ نکالے گا تو وہ فضا کا غلط اور ناجائز استعمال ہوگا۔ فقہاء کرام نے یہاں تک بحث کی ہے۔

خالی جگہ پر قبضہ کرنا حرام ہے

اب تو ہمارا یہ حال ہے کہ جب دیکھا کہ کوئی جگہ خالی پڑی ہے چلو قبضہ کر لو اور گھیر لو۔ اور کسی ایک فرد کی چیز پر قبضہ کر لینا تو برا ہے ہی ____ لیکن اگر کسی مشترک چیز پر قبضہ کر لیا تو یہ اس سے کہیں زیادہ برا ہے، اس لئے کہ اگر کسی ایک فرد کی چیز پر قبضہ کر لیا تو جب کبھی توبہ کی توفیق ہوگی تو اس شخص سے معافی مانگ لے گا تو معاف ہو جائے گا ____ لیکن اگر پوری قوم کی مشترک چیز پر قبضہ کر لیا تو اب کس کس سے معافی مانگتا پھرے گا۔ اور کس کس سے اپنا حق معاف کراتا پھرے گا۔ اس لئے یہ اس سے زیادہ سنگین بات ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے جو ہمیں تعلیم دی ہے اس میں یہ سب باتیں داخل اور شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ____

احتجاج کے نام پر دوسروں کا نقصان

آج کے معاشرے میں عجیب رواج چل پڑا ہے کہ ان چیزوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں جاتا ____ مثلاً کسی چیز پر احتجاج کے لئے تحریک چل

پڑی۔ اور ہڑتال ہوگئی اور جلوس نکل آیا۔ اور اب جلوس کے سامنے جو آرہا ہے اس کو پتھر مارا جا رہا ہے، اب گاڑی گزری تو اس پر پتھر مار دیئے، بس گزری تو اس پر پتھر مار دیئے کوئی مرے یا جیئے، کسی کی جان جائے یا کسی کا مال تباہ ہو، ان کو اس کی پرواہ نہیں، اور اس کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار ہو رہا ہے۔ اور جمہوریت کے نام پر ہماری قوم نے یہ کام سیکھا ہے۔

دوسرے کا مال خوشدلی کے بغیر حلال نہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر چیز سکھائی ہے اور ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ

(کنز العمال۔ جلد اول۔ کتاب الایمان والاسلام۔ حدیث نمبر ۳۹۳)

کہ خوشدلی کے بغیر دوسرے کا مال حلال نہیں۔ فقہاء کرام نے اس حدیث کی تشریح میں یہاں تک فرما دیا کہ اگر کسی شخص نے شرما شرمی میں اپنی کوئی چیز دوسرے کو دے دی یا کسی بات کی اجازت دے دی تو وہ اجازت بھی معتبر نہیں، اس لئے کہ دیکھنا یہ ہے کہ خوش دلی سے اجازت دی یا نہیں؟

ایسا چندہ حلال نہیں

مثلاً مجمع عام میں کسی مقصد کے لئے چندہ ہو رہا ہے، اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ ہر آدمی اس کے اندر چندہ دے۔ اور اس میں ہر آدمی سے شخصی خطاب کر کے چندہ مانگا جا رہا ہے کہ آپ بھی چندہ دے دیجئے، آپ بھی چندہ

دے دیجئے ــــ اب آدمی اس مجمع کے اندر شرمندگی کی وجہ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں چندہ نہیں دیتا۔ اور وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر میں نے چندہ نہیں دیا تو میری ناک کٹ جائے گی اور مجمع کے اندر میری بدنامی ہوگی۔ چنانچہ بدنامی سے بچنے کے خیال سے اس نے چندہ دے دیا ــــ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح جو چندہ وصول کیا گیا، وہ چندہ حرام ہے۔ حلال نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ چندہ خوش دلی سے نہیں دیا گیا، بلکہ زبردستی لیا گیا۔ حلال چندہ وہ ہے جو خوش دلی سے دیا جائے، طیب نفس سے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے دیا جائے ــــ مخلوق کے ڈر سے جو چندہ دیا جائے وہ حلال نہیں۔

بااثر شخصیت کا چندہ کرنا درست نہیں

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کسی کام کے لئے چندہ کرنے جاتے ہیں، تو چندہ کے لئے ایسے بااثر شخص کا جانا جس کی بات کو آدمی رد نہ کر سکے۔ یہ درحقیقت چندہ نہیں لینا بلکہ شخصیت کا دباؤ ڈالنا ہے ــــ اس لئے کہ جب دکاندار یہ دیکھے گا کہ اتنا بڑا آدمی میری دکان پر چل کر آیا ہے تو اس دکاندار کی مجال نہیں کہ وہ چندہ دینے سے انکار کرے ــــ اس لئے وہ آنے والا اتنا بااثر ہے کہ اس سے انکار کے لئے زبان نہیں اٹھتی ــــ لہٰذا یہ چندہ خوشدلی سے نہ ہوا بلکہ یہ چندہ دباؤ کے تحت ہوا۔ یہ چندہ نہیں بلکہ ''غصب'' ہے اس لئے حلال نہیں ــــ اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان

بننا اور عالم بننا تو بعد کی بات ہے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ پہلے آدمی بنو، انسان بنو۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمہیں صوفی بننا ہے یا بزرگ بننا ہے تو اس کے لئے بہت ساری خانقاہیں کھلی ہیں۔ وہاں چلے جاؤ۔ ہاں! آدمی بننا ہے تو یہاں تھانہ بھون آجاؤ اس لئے کہ یہاں آدمی بنائے جاتے ہیں۔ ان اخلاق کے ذریعہ، ان آداب کے ذریعہ، ان باتوں کا اہتمام دلوں سے کرایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان باتوں کا اہتمام ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے ــــــ آمین!۔

ظالم کو ڈھیل دے دی جاتی ہے

اگلی حدیث ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ. وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (سورۃ هود، آیت نمبر ۱۰۲)

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قولہ "وکذلک اخذ ربک" حدیث نمبر ۴۶۸۶)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات ظالم کو ڈھیل دیتے ہیں، مثلاً ایک شخص ظلم کر رہا ہے تو اس کو ظلم کرنے کا موقع دیا جاتا ہے بسا اوقات اس کو فوراً نہیں پکڑتے،

بلکہ ڈھیل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے ــــ آمین ــــ یہ ڈھیل خود عذاب کی ایک شکل ہے ــــ وہ شخص بہت خوش نصیب ہے جس سے کوئی غلطی ہوئی یا جس سے کوئی کام ناحق سرزد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کو اس کے عمل کا بدلہ دے کر نمٹا دیا، وہ خوش نصیب ہے۔ لیکن جس شخص کو ظلم کرنے کی ڈھیل دیدی گئی کہ گناہ کرتے رہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ظلم اور گناہوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اس ڈھیل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ پھر اچانک اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور جب پکڑ لیتے ہیں تو اب وہ بھاگ نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی شدید ہے

اس پر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ

(سورۃ ہود، آیت نمبر ۱۰۲)

کہ جو بستیاں ظلم کا ارتکاب کر رہی ہوتی ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ اسی طرح آتی ہے کہ شروع میں ان کو ڈھیل دی جاتی ہے، ان کو دوسروں پر ظلم کرنے کا خوب موقع دیا جاتا ہے۔ خوب ظلم کر رہی ہیں، دوسروں کا حق غصب کر رہی ہیں لیکن بعد میں اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی الیم اور بڑی شدید ہے ــــ ایک اور جگہ پر قرآن کریم نے فرمایا:

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾

(سورۃ القلم، آیت نمبر ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں اور میری تدبیر بھی بڑی

مضبوط تدبیر ہوتی ہے۔ ابتداءً اللہ تعالیٰ "حلم" کا مظاہرہ فرماتے ہیں، ڈھیل دیتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ سے پکڑ ہوتی ہے تو ایک دم سے ہوتی ہے اور اس طرح ہوتی ہے کہ پھر آدمی چھوٹ نہیں سکتا۔

کوئی شخص اس دھوکہ میں نہ رہے

بہرحال: کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں تو یہ سب کام کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر کوئی عذاب نازل نہیں فرمایا، اور نہ ان کاموں پر میری پکڑ ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے یہ سب کام ناپسند نہیں ہیں ___ کوئی آدمی اس دھوکے میں نہ رہے، اللہ تعالیٰ کسی بھی وقت اس کو پکڑ لیتے ہیں اور پھر وہ چھوٹ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظلم کرنے سے محفوظ رکھے ___ آمین!

اگلی حدیث

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْمِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا. فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ.

(رواہ البخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، حدیث نمبر ۶۵۳۴)

آج دنیا میں معافی تلافی کرلو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر کسی دوسرے انسان کا کوئی حق واجب ہو اور اس نے دوسرے پر ظلم کیا ہوا ہو۔ چاہے وہ ظلم اس کے مال پر کیا ہو یا اس کی آبرو پر کیا ہو۔ اس کو چاہئے کہ آج اس شخص سے معافی مانگ کر اس کو اپنے لئے حلال کر لے، اس دن سے پہلے معافی مانگ لے جس دن کہ نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ آج تو کسی کو پیسے دے کر اس کے حق کی تلافی کی جاسکتی ہے۔ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب نہ یہ پیسہ ہوگا، نہ دینار ہوگا، نہ سونا ہوگا، اور نہ چاندی ہوگی۔ پھر کیا ہوگا؟ فرمایا کہ اگر اس شخص کے نامۂ اعمال میں نیکیاں ہوں گی وہ نیکیاں اٹھا کر اس مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں نہ ہوں گی، تو اس مظلوم کے گناہ اور اس کے ناجائز اعمال اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دیئے جائیں گے ــــــ لہٰذا اس سے پہلے لوگوں سے معافی مانگ لو اور ان کے حقوق ادا کرلو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجمع عام میں اعلان

بتایئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حق ادا کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ لیکن ایک مرتبہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع عام میں یہ اعلان فرمایا کہ اگر میں نے کسی کا کوئی حق کبھی پامال کیا ہو، یا کسی کا مال لیا ہو، یا کسی کی جان کی حق تلفی کی ہو، وہ آج مجھ سے بدلہ لے لے۔ اگر میں نے کسی کو ناحق جانی نقصان پہنچایا ہو

تو اپنا جسم پیش کرتا ہوں۔ وہ آکر مجھ سے انتقام لے لے۔ اگر کسی کا روپیہ پیسہ میرے ذمے ہو تو وہ آج آکر مجھ سے لے لے، میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، الجزء الثالث۔ حدیث نمبر ۲۶۲۹)

ایک صحابی کا بدلہ لینے کا ارادہ کرنا

ایک صحابی کھڑے ہوئے، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ایک مرتبہ میری پشت پر مارا تھا۔ میں اس کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی تمہیں مارا ہو، لیکن اگر تمہیں یاد ہے تو تم بدلہ لے لو۔ میری پشت حاضر ہے ـــــ ان صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس وقت آپ نے مارا تھا۔ اس وقت میری پشت پر کپڑا نہیں تھا، میری پشت ننگی تھی۔ اور برابری کا بدلہ تو اس وقت ہوگا جب آپ کی پشت پر بھی کپڑا نہ ہو ـــــ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اچھا میں اپنی پشت سے کپڑا ہٹا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کپڑا ہٹا دیا، وہ صحابی گھوم کر گئے اور جا کر آپ کی پشت پر جو "مہر نبوت" تھی اس کو بوسہ دیا ـــــ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، میرا مقصد تو بس یہی تھا۔ بدلہ لینا مقصود نہیں تھا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الآداب، باب فی قبلۃ فی الجسد، حدیث نمبر ۵۲۲۴)

مرنے سے پہلے معافی مانگ لو

بہر حال! ان صحابی کا مقصد خواہ کچھ ہو، لیکن نبی کریم ﷺ کا مقصد اپنی امت کو تعلیم دینا تھا کہ جب وہ ذات جو ہر غلطی سے پاک ہے، اور ہر گناہ

سے معصوم ہے، اور جس کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے کسی کا حق پامال کیا ہو، وہ ذات مجمع میں کھڑے ہوکر یہ اعلان کر رہی ہے کہ اگر میرے ذمے کسی کا کوئی حق واجب ہو تو آج مجھ سے وصول کر لے تو ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں ____ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ مرنے سے پہلے لوگوں سے معافی مانگنے کا اہتمام کر لے۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

اسی لئے میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی شخص آپ سے اصلاحی تعلق قائم کرتا تھا تو آپ اس سے سب سے پہلے جو کام کرایا کرتے تھے وہ کام تھا ''تکمیلِ توبہ'' ____ یعنی انسان اپنے تمام سابقہ گناہوں سے توبہ کرے، اور توبہ کرنے کے بعد جن حقوق کی تلافی کا کوئی راستہ ہو، ان حقوق کی تلافی کرے۔ مثلاً جو نمازیں چھوٹ گئی ہیں ان کی قضا کرے، جو روزے چھوٹ گئے ہیں ان کی قضا کرے، زکوٰۃ کی ادائیگی رہ گئی ہے تو زکوٰۃ ادا کرے، کسی شخص کا پیسہ لیا ہوا ہے، وہ پیسہ ادا کرے، کسی کی اگر حق تلفی کی ہے تو اس کے حق کو پورا کرے ____ اس کے لئے ایک خط اپنے تمام ملنے جلنے والوں کے نام لکھواتے تھے کہ:

بھائی صاحب! میرا بہت عرصہ سے آپ کے ساتھ تعلق رہا ہے، اس تعلق کے دوران ہوسکتا ہے کہ مجھ سے آپ کو کوئی تکلیف بھی پہنچی ہو۔ یا میں نے کبھی آپ کی غیبت کی ہو، یا میں نے کبھی

آپ کی دل شکنی کی ہو، یا دل آزاری کی ہو تو اس کو للہ، فی اللہ معاف کردیں۔ اور اگر مجھ سے انتقام لینا چاہیں تو میں اس کے لئے تیار ہوں، کوئی بدلہ لینا چاہیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔

اس مضمون کا خط لکھوا کر اپنے تمام متعلقین کو بھیج دیں۔ تا کہ آج ہی معافی کا راستہ ہو جائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل ہو جائے کہ آپ پر کسی کا حق ہے تو آج اس کو کسی طریقے سے ادا کر دے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے متعلقین کو خط

حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے کچھ عرصہ پہلے ایک مضمون ''العذر والنذر'' کے نام سے لکھا، جس میں آپ نے اپنے تمام تعلقات والوں کو خط لکھا، اور اس خط کو باقاعدہ شائع کرادیا، اس میں لکھا کہ:

> آپ حضرات سے میرے تعلقات اتنے عرصہ تک رہے ہیں، اس عرصہ میں کسی کا کوئی حق میرے ذمے رہا ہو، اور مجھے یاد نہ رہا ہو، چاہے وہ کسی کا کوئی مالی حق ہو، تو وہ مجھے بتادے، میں انشاء اللہ وہ حق ادا کردونگا اور اگر کسی کا کوئی جانی حق ہو تو یا تو وہ مجھے معاف کردے یا اس کا بدلہ مجھ سے آج لے لے۔

یہ خط لکھ کر اس کو شائع بھی کرایا، اور اپنے تمام اہل تعلق کو ارسال کرایا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اہل تعلق کو خط

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو جب دل کا دورہ پڑا، اور آپ ہسپتال میں زیر علاج تھے اس وقت میں جب کہ ڈاکٹروں نے بات کرنے سے بھی منع کیا ہوا تھا، اس وقت مجھے بلایا، اور فرمایا کہ میں ایک تحریر لکھنا چاہتا ہوں، لیکن میرے اندر لکھنے کی اس وقت طاقت نہیں ہے، تم میری طرف سے یہ تحریر لکھ دو، اور تمام اہل تعلقات کو وہ تحریر میری طرف سے بھیج بھی دو۔ اور اس کو ''البلاغ'' میں بھی شائع کرا دو کہ:

''اگر کسی کا کوئی حق میرے ذمے ہو تو وہ مجھ سے آج وصول کر لے، یا مجھے معاف کر دے۔''

اور یہ مضمون ''کچھ تلافی مافات'' کے عنوان سے ''البلاغ'' میں بھی شائع کیا گیا، اور اپنے تمام اہل تعلقات کو ڈاک کے ذریعہ بھجوایا۔

آخرت کی فکر والوں کو فکر ہوتی ہے

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس بات کی فکر عطا فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے ایک ایک عمل کی جواب دہی کرنی ہے، اور اپنے حقوق سے متعلق بھی ہمیں جواب دینا ہے۔ جن کو یہ فکر عطا فرماتے ہیں، ان کو یہ فکر بھی ہوتی ہے ــــ اور جن کو آخرت کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کی فکر ہی نہ ہو، بلکہ بس دنیا اور دنیا کے مال و متاع ہی کو سب کچھ سمجھا ہوا ہے، اور صبح سے لے کر شام تک بس اسی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں، اور ان

کو اس بات کی فکر نہیں کہ قبر میں جا کر ہمارے ساتھ کیا ہونا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر کیا ہونا ہے۔ ان کو اس کی کیا فکر ہوگی کہ کس کا حق مار لیا اور کس کا حق دبا لیا۔

ورنہ یہاں آنے اور وعظ سننے کا کوئی فائدہ نہیں

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہم لوگ جو یہاں جمع ہوتے ہیں یہ کوئی رسمی تقریر اور رسمی وعظ کے لئے جمع نہیں ہوتے، بلکہ ہم سب اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ہم سب یہاں جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کچھ دین کی بات کر لیں، اور کچھ دین کی بات سمجھ لیں، اور دین کی باتوں کا کچھ مذاکرہ ہو جائے، اور اس کے نتیجے میں کچھ عمل کرنے کا جذبہ ہمارے دلوں کے اندر پیدا ہو جائے ___ بات صرف اس حد تک نہیں کہ حدیث سن لی، اور اس کو سمجھ لیا، اور قصہ ختم ہو گیا۔ نہیں۔ بلکہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اپنے اہل تعلقات سے اپنے حقوق کو معاف کرانے کی فکر کرو، یا ادا کرنے کی فکر کرو، تو اب اس حدیث کو سن کر اس پر عمل کرنے کی فکر کرو۔ ہم میں سے ہر شخص اپنی صبح سے لے کر شام تک کی ماضی کی زندگی کا جائزہ لے لے، کہ میرے کن لوگوں کے ساتھ تعلقات رہے ہیں، میں نے کن کن لوگوں کی حق تلفی کی ہے، اور میں نے کس کس کا حق ضائع کیا ہے؟ اور آج اس حق کو معاف کرانے کی فکر کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو پھر یہاں ہمارا بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں، صرف نشستن اور گفتن اور برخاستن پر عمل ہو جائے گا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں گرانی اور مہنگائی ہوگئی۔ اشیاء کے بھاؤ چڑھ گئے، چیزیں مہنگی ہو گئیں تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بہت گرانی ہوگئی ہے لوگ بہت پریشان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشیاء کی قیمتیں مقرر فرما دیں کہ لوگ اس مقررہ قیمت سے زیادہ پر فروخت نہ کریں۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جملے ارشاد فرمائے۔ اور یہ دونوں جملے بڑے عجیب وغریب ہیں۔ پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ اللہَ تَعَالٰی ھُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقَی اللہَ وَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ یُطَالِبُنِیْ بِمَظْلِمَۃٍ فِیْ دَمٍ وَّلَا مَالٍ

(ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، حدیث نمبر ۳۴۵۱)

کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تنگی کرتا ہے، اور کشادگی کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جو رزق دیتا ہے۔ اور جو بازار میں دام مقرر کرتا ہے، یعنی بازار میں دام بھی اللہ تعالیٰ ہی مقرر کرتا ہے اور دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ:

''میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس حالت میں حاضر ہوں کہ اللہ کے کسی بندے کا کوئی حق میرے ذمے نہ ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے اپنی طرف سے اشیاء کی کوئی قیمت مقرر کر دی کہ فلاں سامان اس سے زیادہ قیمت پر نہیں بیچنا اور ظاہر ہے جس چیز کی جو قیمت

میں مقرر کروں گا وہ اپنے دماغ سے اور اپنی رائے سے کروں گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس قیمت مقرر کرنے میں مجھ سے کچھ زیادتی ہو جائے اور جو چیز جس کی ملکیت ہوتی ہے اس کو اصلاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کو جس قیمت پر چاہے فروخت کرے ــــ اب اگر میں اس چیز کی کوئی قیمت مقرر کردوں گا جو اس کے حالات کے مناسب نہیں ہوگی، اور اس کے نتیجے میں اس کو جتنا فائدہ ہونا چاہئے اس کو اتنا فائدہ نہیں ملے گا، تو اس کے نتیجے میں اس کا حق میرے ذمے آجائے گا۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو کسی کا کوئی حق میرے دامن پر نہ رہے۔

اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنے کا حکم

فقہاء کرام نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ جب تاجر بہت زیادہ گرانی پر آمادہ ہو جائیں اور بلا وجہ بہت زیادہ منافع وصول کرنے لگیں جس کی وجہ سے عام لوگوں کو تنگی پیش آنے لگے تو اس صورت میں حکومت کو شرعاً اشیاء کا نرخ مقرر کرنے کا حق حاصل ہے ــــ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں فرمایا۔ اس لئے مقرر نہیں فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر میں کوئی نرخ مقرر کردوں اور وہ مقرر کردہ نرخ اس تاجر کی لاگت میں نہ آتا ہو تو اس کے نتیجے میں میری طرف سے اس پر زیادتی ہو جائے گی، اس لئے میں مقرر نہیں کرتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے حقوق کے بارے میں اتنی احتیاط فرمائی۔

معافی تلافی کی فکر کرو

جب حضور اقدس ﷺ کو یہ فکر دامن گیر ہے جن کے بارے میں یہ اعلان ہو چکا کہ اول تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ اگر کوئی چھوٹی موٹی بھول چوک بھی ہو تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ اگلی پچھلی سب بھول چوک معاف۔ جب آپ کو یہ فکر ہے تو ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر اپنے تمام اعمال کی جواب دہی کرنی ہے اور سارے حقوق العباد کے بارے میں وہاں سوال ہوگا۔ اس لئے آج ہی سے ہم سب کو اس کی فکر کرنی چاہئے کہ اپنے تمام اہل تعلقات سے جو جو حق تلفیاں ہوئی ہوں ان کو معاف کرانے کی فکر کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے ____ آمین۔

ایک اور حدیث

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا.

(صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب القلیل من الغلول۔ حدیث نمبر ۳۰۷۴)

(ریاض الصالحین۔ باب تحریم الظلم حدیث نمبر ۲۱۲)

ایک عبا کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو گیا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامان اور گودام پر نگرانی کے لئے ایک شخص کو مقرر کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں بیت المال ہوتے تھے اس بیت المال میں حکومت کا سامان ہوتا تھا۔ جیسے آجکل اسٹور ہوتے ہیں۔ اس طریقے سے بطور اسٹور کیپر ان کو اس سامان کی حفاظت اور نگرانی کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ ان صاحب کا نام ''کرکرۃ'' تھا۔ ان صاحب کا انتقال ہو گیا کسی نے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے ــــ چنانچہ صحابہ کرام کو بڑی فکر ہوئی کہ ایسی کیا بات ہو گئی؟ تو تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ جس سامان کی نگرانی ان کے سپرد تھی اس سامان میں سے ایک عباء خرد برد کر لی تھی اس کے نتیجے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دکھایا گیا کہ وہ جہنمی ہے۔

ایک چادر کی وجہ سے میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ہے

اس حدیث سے اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ چیز خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ اگر وہ چیز ناحق لی گئی ہے تو وہ انسان کو جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ یہ واقعہ تو ایسے صاحب کا ہے جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گودام کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا تھا ــــ ایک اور واقعہ غزوہ خیبر کے موقع پر پیش آیا کہ ایک صاحب جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جو کفار کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ اور اتنی بہادری سے لڑے کہ اسی جہاد میں وہ شہید ہو گئے ــــ

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہید ہونے والوں کا ذکر کیا کہ فلاں شخص شہید ہو گیا، فلاں شخص شہید ہو گیا۔ ان صاحب کا نام بھی لیا کہ وہ بھی شہید ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہو۔ اس کے بارے میں یہی گمان ہو گا وہ جنتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَلَّا، إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول۔ حدیث نمبر ۱۱۴)

ہرگز نہیں کیونکہ میں نے اس کو ایک چادر کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے جو اس نے مال غنیمت میں سے خیانت کر کے لے لی تھی ـــــ یہ شخص وہ تھا جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور جو جہاد کرتا رہا اور بے جگری سے لڑتا رہا۔ اور اللہ کے راستے میں جان بھی دے دی۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کے مال میں سے ناحق چادر لے لی تھی اس کی وجہ سے اس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا۔

یہ خیانت اور ظلم ہے

اس سے اشارہ اس طرف فرما دیا کہ یہ مت سمجھو کہ یہ چھوٹی سی چیز ہے۔ اگر لے لی تو کیا ہوا ـــــ نہیں، یہ خیانت ہے اور یہ ظلم ہے ـــــ اور اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ آپ احادیث میں یہ پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عمل کا یہ ثواب ہے۔ فلاں عمل کا یہ ثواب ہے، فلاں عمل سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً وضو کرنے کے لئے جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے گناہ معاف ہو گئے جب چہرہ دھویا تو آنکھ کے گناہ معاف ہو گئے ـــــ جب سر کا اور کانوں کا مسح کیا تو

کانوں کے گناہ معاف ہو گئے۔ اور جب مسجد کی طرف نماز کے لئے جا رہے ہیں تو ہر ہر قدم پر گناہ معاف ہو رہے ہیں۔ اور جس شخص نے حج ادا کر لیا تو وہ تو ایسا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا یعنی گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہو جائے گا۔

حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے

خوب سمجھ لیں کہ مندرجہ بالا تمام اعمال سے گناہوں کی معافی حقوق العباد سے متعلق نہیں ـــــ ان اعمال سے جو گناہوں کی معافی ہے، اول تو وہ صغیرہ گناہوں کی معافی ہے ـــــ اور کبیرہ گناہوں کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے ـــــ اور توبہ سے وہ کبیرہ گناہ معاف ہوتا ہے جو حق اللہ سے تعلق رکھتا ہو، اور جو گناہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہو وہ توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کرے۔ چنانچہ اگلی حدیث میں یہی بات بیان فرمائی گئی ہے کہ:

اگلی حدیث

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَالْإِيْمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ تُكَفِّرُ عَنِّي

خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔ إِنْ قُتِلْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ قُلْتَ؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيْلِ اللهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِي ذٰلِكَ

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، حدیث نمبر ۱۸۸۵)

(ریاض الصالحین باب تحریم الظلم حدیث نمبر ۲۱۷)

کیا میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے؟

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے مجمع میں کھڑے ہوئے اور آپ نے صحابہ کرام کے سامنے خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، یہ سارے اعمال میں سب سے افضل ہے ــــ ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ جہاد کی اتنی فضیلت بیان فرما رہے ہیں تو جب میں جہاد میں جاؤں گا تو ممکن ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں تو اگر میں شہید ہو گیا تو کیا میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے؟ ــــ شروع میں حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نَعَمْ. ہاں اگر تم نے اللہ کے راستے میں اسی طرح جہاد کیا اور اس طرح شہید ہوئے کہ تم صابر تھے اور بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا، اور تم کو اس جہاد سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی، ثواب حاصل کرنا مقصود تھا، بہادر کہلانا مقصد نہیں تھا، اپنی تعریف مقصود نہیں تھی، اور تم آگے بڑھ رہے تھے اور پیچھے نہیں ہٹ رہے تھے، اس حالت میں اگر تم شہید ہو جاؤ تو یقیناً تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

بندے کا حق شہادت سے معاف نہیں ہوگا

یہ سن کر وہ صحابی بہت خوش ہوئے۔ لیکن تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمایا کہ تم نے کیا سوال کیا تھا۔ ذرا دوبارہ وہ سوال کرنا، چنانچہ ان صحابی نے دوبارہ وہ سوال دہرا دیا کہ یا رسول اللہ اگر میں جہاد کرتا ہوا اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے یا نہیں؟ ـــــ آپ نے فرمایا کہ ہاں! تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ بشرطیکہ تم بے صبری کا مظاہرہ نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مقصود ہو، ریاکاری مقصود نہ ہو اور تم آگے بڑھ رہے ہو، پیچھے نہ ہٹ رہے ہو، اسی حالت میں اگر تم شہید ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے ـــــ سوائے قرضے کے، ''قرض'' سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی بندے کا کوئی حق تم پر واجب تھا تو وہ معاف نہیں ہوگا اور ابھی ابھی حضرت جبرئیل امین میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ تم یہ اضافہ

کر کے جواب دیدو ـــــ تاکہ لوگ غلط فہمی میں نہ رہیں۔ کہ پہلے لوگوں کے حقوق مار لیئے، لوگوں کے پیسے کھا گئے۔ پھر جہاد میں جا کر شہید ہو گئے اور یہ سمجھا کہ وہ سب حقوق بھی معاف ہو گئے تو ایسا نہیں ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فوراً حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو بھیجا کہ جا کر یہ وضاحت کرادو کہ جہاد میں شہید ہونے کی صورت میں صرف وہ گناہ معاف ہونگے جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق شہادت کے ذریعہ بھی معاف نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں حقوق العباد کی اہمیت پیدا فرمادے ـــــ آمین۔

مجھے اس شخص سے نفرت ہو جاتی ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ میرے ساتھ اصلاحی تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وظائف اور معمولات چھوٹ گئے ہیں تو اس پر مجھے زیادہ افسوس نہیں ہوتا ـــــ اگر کسی کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے فلاں وقت کی فرض نماز چھوڑ دی تو اس پر مجھے رنج اور صدمہ ہوتا ہے کہ اس نے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کرلیا۔ لیکن اگر کسی متعلق کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کے کسی بندے کا حق پامال کر دیا ہے تو مجھے اس شخص سے نفرت ہو جاتی ہے اس لئے کہ اگر نماز چھوڑ دی ہے تو اس کی تلافی ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ اس نماز کی قضا کرلے گا اور توبہ کرلے گا تو وہ گناہ انشاء اللہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی بندے کا حق

ضائع کر دیا اور پھر اس سے معاف نہ کرا سکا تو آخرت میں اس پر پکڑ ہوگی۔

پہلے وہ معاملات اور معاشرت ٹھیک کرے

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص میرے پاس آئے اور مجھ سے اصلاحی تعلق قائم کرے تو وہ پہلے معاملات ٹھیک کرے اور اپنے اخلاق ٹھیک کرے، اپنی معاشرت ٹھیک کرے ___ اسی لئے اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اللہ کے راستے میں جہاد میں شہید ہونے کے باوجود بھی وہ حق العبد معاف نہیں ہوگا ___ آج ہماری دن رات کی زندگی میں معلوم نہیں کتنے بندوں کے حقوق ہم سے ضائع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم عطا فرمائے اور ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

ایک اور حدیث

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔

(بخاری شریف کتاب الحیل باب نمبر ۱۰ حدیث نمبر ۶۹۶۷)

وہ آگ کا ٹکڑا ہے جو میں اس کو دے رہا ہوں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ وہ روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے تصفیہ کرانے کے لئے اور فیصلہ کرانے کے لئے لے کر آتے ہو ___ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں پیغمبر تھے، وہاں حاکم بھی تھے اور قاضی بھی تھے۔ اس لئے لوگ اپنے معاملات کا تصفیہ اور فیصلہ کرانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ___ آپ نے ان سے فرمایا کہ میں بشر ہوں اور مجھے معاملے میں علم غیب نہیں ہوتا کہ مجھے یہ پتہ ہو کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر ہے۔ لہٰذا میں تو گواہیوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیتا ہوں۔ لہٰذا بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنی تائید میں اور اپنی دلیل زیادہ مضبوط مواد لے کر آجائے اور اس کے نتیجے میں، میں اس سے متاثر ہو کر فیصلہ کر دوں ___ حالانکہ حقیقت میں وہ حق پر نہیں، وہ خود بھی جانتا ہے کہ میں جھوٹا ہوں، میں حق پر نہیں ہوں، لیکن وہ چرب زبان ہے، اور وہ گواہیاں ایسی لے آیا ہے جو قاضی کو متاثر کر دیں۔ لہٰذا اگر ان گواہیوں کی بنیاد پر میں کسی کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ شخص خوب سمجھ لے کہ میرے اس فیصلے سے آخرت میں اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ جو مال میں اس کو فیصلے کے ذریعہ دلواؤں گا وہ آگ کا ٹکڑا ہے جو میں اس کو دے رہا ہوں ___ اس کو چاہئے کہ وہ اس کو استعمال نہ کرے۔

حضور کے فیصلے کے باوجود حلال نہیں ہوگا

آپ اندازہ لگایئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں فیصلہ فرمادیں کہ یہ حق تیرا ہے، اس سے زیادہ مضبوط دلیل کسی کی ہوسکتی ہے؟____ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ چونکہ وہ حقیقت میں تیرا نہیں ہے۔ اس لئے تمہارے واسطے اس کا استعمال کرنا حلال نہیں۔ وہ جہنم کا انگارہ ہے جو تم لے رہے ہو۔

یہ جیت بہت بڑی شکست ہے

آج ہم لوگ مقدمہ بازی کرکے، جھوٹے گواہ لاکر غلط دلیلیں لاکر قاضی کو مرعوب کردیں اور اپنے حق میں فیصلہ لے لیں، اور اس پر خوش ہیں کہ ہم جیت گئے، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ جیت بہت بڑی ہار اور بہت بڑی شکست ہے۔ اس لئے کہ اس جیت کے ذریعہ تم جہنم کے انگارے خرید کر لے جارہے ہو____ اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دوسروں کے حقوق پورے طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے____ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

***

*

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حقیقی مسکین کون؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲۲/مئی ۱۹۹۲ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حقیقی مسکین کون؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ.

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا، حدیث نمبر: ۴۵۳۹)

حقیقی مسکین کون؟

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''مسکین'' وہ نہیں ہے جس کو ایک یا دو کھجوریں لوٹا دیں ــــ یا ایک دو لقمے اس کو لوٹا دیں، مطلب یہ ہے کہ وہ گداگر یا وہ فقیر جس کا پیشہ ہی مانگنا ہے، اور وہ لوگوں سے جا کر مانگتا ہے، کسی نے اس کو ایک کھجور دیدی، وہ اس کو لے کر چلا گیا، یا کسی نے اس کو دو کھجوریں دیدی ــــ یا ایک لقمہ دیدیا، یا دو لقمے دیدیئے اور وہ لے کر چلا گیا ــــ یہ شخص مسکین نہیں ــــ بلکہ حقیقت میں مسکین وہ ہے جو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے پرہیز کرتا ہے، اور اپنی حاجت دوسروں کے سامنے پیش نہیں کرتا، اور ہے وہ حاجت مند، اصل مسکین وہ ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مسکین کو تلاش کرو

اس حدیث کے ذریعہ اس طرف اشارہ فرمایا کہ جب زکوٰۃ دینی ہو، یا صدقہ دینا ہو تو محض یہ نہ دیکھو کہ جس کی ظاہری حالت خراب ہے، اور تم سے مانگنے کے لئے آیا ہے، تو تم یہ سمجھو کہ بس یہ مسکین ہے، اور اس کی امداد کرو ــــ بلکہ تم ایسے لوگوں کی تلاش میں رہو، جو حقیقی ضرورت مند ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ خود سے تمہارے پاس نہیں آئیں گے، اور خود سے اپنی حاجت تمہارے سامنے پیش نہیں کریں گے، لہٰذا ایسے لوگوں کی تلاش میں رہو، جو ''متعفف'' ہیں۔ یعنی جو لوگ اپنی حاجت دوسروں کے سامنے پیش نہیں

کرتے ۔۔۔

زکوٰۃ نکالنی نہیں، ادا کرنی ہے

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ نکالنے کا حکم نہیں دیا ۔۔۔ اور آج کل لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں ۔۔۔ اور نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی صندوق سے زکوٰۃ نکال کر کہیں ڈال دو، یہ دیکھے بغیر کہ جہاں زکوٰۃ دے رہے ہیں، وہ صحیح مصرف ہے یا نہیں ۔۔۔ اس لئے قرآن کریم نے زکوٰۃ ادا کرنے حکم دیا، اور فرمایا: وَآتُوا الزَّكَاةَ ۔۔۔ لہٰذا یہ نہیں کہ یہ زکوٰۃ ایک بوجھ ہے جس کو اپنے اوپر سے بس اتار دینا ہے، بلکہ اس کو ادا کرو، اور ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کی تلاش میں رہو کہ کہاں اس کا صحیح مصرف ہے، کون اس کا صحیح مستحق ہے، اس کی تحقیق کر کے اپنے ذہن میں رکھو، اور ان کی فہرست بناؤ، پھر ان مستحقین تک پہنچاؤ۔

حقیقی ضرورت مندوں کی فہرست بناؤ

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مستحقین کی ایک فہرست رہتی تھی، اور اپنے اقرباء اور اعزہ کا، پڑوسیوں کا، اور ملنے جلنے والوں کا دھیان رہتا تھا کہ ان میں سے کون شخص ایسا ہے جو واقعۃً مستحق ہے، لیکن دست سوال دراز نہیں کرتا، تو جب موقع آتا، ان کی اس طریقے سے امداد فرمایا کرتے تھے ۔۔۔ لہٰذا محض زکوٰۃ نکال دینا کافی نہیں کہ بس سال کے پورے ہونے پر حساب لگایا اور حساب

لگا کر دیکھا کہ اتنی زکوٰۃ بن رہی ہے، اٹھا کر کسی کے بھی حوالے کر دی، ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس زکوٰۃ کو صحیح مصرف تک پہنچانا یہ بھی ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے، اور اس میں یہ بات سب سے اہم ہے کہ بظاہر ایک آدمی سفید پوش نظر آ رہا ہے، لیکن وہ حقیقت میں حاجت مند ہے، تو اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حاجت روائی کرنے والوں کو اجر و ثواب

اگلی حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: السَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا يُفْطِرُ۔

(صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الاحسان الی الارملة والمسكين، حديث نمبر: ۲۹۸۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بیوہ عورت کی مدد کے لئے کوشاں ہو، یا کسی مسکین کی حاجت روائی کے لئے کوشش کر رہا ہو، تو وہ شخص ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، اور شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا کہ وہ شخص ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے کوئی شخص ساری رات نماز میں کھڑا رہے اور ایک لمحہ کے لئے نہ بیٹھے، وہ ساری رات نماز میں گزارے، جیسے اس

شخص کوثواب ملے گا، ویسا ثواب بیواؤں اور مسکینوں کی حاجت روائی کرنے والے کوثواب ملے گا ___ اور جیسے وہ شخص جو مسلسل روزے رکھ رہا ہو، ایک دن کے لئے بھی افطار نہ کرے، جیسا ثواب اس کو ملے گا ویسا ہی ثواب بیوہ اور مسکین کی حاجت روائی کرنے والے کوثواب ملے گا۔

بہت بری دعوت ولیمہ

اگلی حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ.

(مسلم شریف، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، حدیث نمبر: ۱۴۳۲)

کیا عجیب وغریب ارشاد ہے، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہت بری دعوت وہ دعوتِ ولیمہ ہے کہ جن لوگوں کو اس میں بلایا گیا ہے وہ تو انکار کریں کہ میں نہیں آسکتا، اور جو اس دعوت میں آنا چاہتا ہے، اس کو روکا جارہا ہے کہ تم مت آنا۔ مطلب یہ ہے کہ جو دولت مند اور کھاتے پیتے لوگ ہیں ان کو تو اس دعوت میں بلایا جارہا ہے، اور یہ بلانے والا ان کی خوشامد کر رہا ہے کہ آپ تشریف لے آئیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی ___ وہ کہتا ہے کہ میرے پاس وقت نہیں، میں نہیں آسکتا ___ لہٰذا جو آنے

سے انکار کر رہا ہے اس کو تو بلایا جا رہا ہے، اور جو غریب ہے، اور وہ اس دعوت میں آنا چاہتا ہے اور اس کو بلانے سے احتراز کیا جا رہا ہے ____ مطلب یہ ہے کہ خاص طور پر اہتمام کر کے دولت مند لوگوں کو جمع کیا جائے، اور غریب لوگوں کو اس سے روکا جائے، اور منع کیا جائے۔

دعوت میں غریبوں کو بھی شامل کریں

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص دعوت کرے تو وہ اس بات سے پرہیز کرے کہ اس دعوت میں صرف دولت مند لوگ جمع ہوں، بلکہ اس میں غرباء کو بھی شامل کرے، اپنے پڑوسیوں میں، ملنے جلنے والوں میں جو غریب لوگ ہیں، ان کو بھی اس دعوت میں بلائے، ایک تو اس وجہ سے کہ کم از کم وہ لوگ ایک وقت کے کھانے کی فکر سے آزاد ہو جائیں گے، اور دوسرے یہ کہ درحقیقت اگر اس حدیث پر عمل کیا جائے تو یہ غریب اور امیر کے درمیان جو دیواریں اور فاصلے حائل ہیں کہ غریب اور امیر ایک ساتھ ایک دسترخوان پر نہیں بیٹھ سکتے، غریب اور امیر کا رتبہ برابر نہیں ہوسکتا، وہ ایک سوسائٹی کے فرد نہیں سمجھے جاتے۔ یہ منافرت اور دوری ختم ہوگی ____ لہٰذا جب ایک ہی صف میں بیٹھ کر، ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے، تو اس کے نتیجے میں یہ فاصلے اور عداوتیں دور ہوں گی۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی کے ساتھ اس کا حکم دیا کہ کوئی دعوت ایسی نہ ہونی چاہیے جو صرف اغنیاء اور دولت مندوں پر مشتمل ہو، بلکہ غریب لوگ بھی اس میں شامل ہوں ____ لہٰذا غریبوں کو بھی اس میں بلاؤ،

اور اپنے ساتھ بیٹھا کر اور ان کو اپنے ہم پلہ قرار دے کر ان کے ساتھ سلوک کرو۔

کھانا پکانے والے کو ضرور کھلایا جائے

اس طرح اور ایک حدیث میں بڑی سخت وعید آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اس کھانے کو پکانے میں گرمی برداشت کی، دھواں جھیلا، یعنی باورچی، اس کو اسی کھانے میں سے کھلایا جائے، اور اس کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا جائے لہٰذا اس کا بڑا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سب لوگ کھانا کھا گئے اور جو پکانے والا تھا یا جو خادمین تھے وہ اس کھانے سے محروم رہ گئے۔

(مسلم شریف، کتاب الأیمان، باب اطعام المملوک مما یأکل، حدیث نمبر ۱۶۶۳)

ڈرائیور کو دعوت میں ضرور شامل کرو

ایک مرتبہ ایک بڑے معروف آدمی جو دنیاوی اعتبار سے بڑا اونچا رتبہ رکھتے تھے، ان کے ڈرائیور نے مجھ سے کہا کہ ان صاحب کی بیٹی کی شادی تھی، اور پانچ دن تک میں صبح و شام اس شادی میں لگا ہوا تھا، ان کے مہمانوں کو لا رہا تھا۔ لے کر جا رہا تھا۔ ان کے گھر کے کاموں کو انجام دے رہا تھا۔ دعوت کا اہتمام کرتا رہا۔ لیکن ان پانچ دنوں میں ایک وقت کا کھانا بھی ان کے گھر میں نہیں کھایا ـــــ یہ وہ چیز ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں وعید فرما رہے ہیں کہ تم دعوت میں ان لوگوں کو بلا رہے ہو جو دولت مند ہیں اور آنے سے

انکار کر رہے ہیں، ان کو بلا رہے ہو اور جو غریب لوگ ہیں، اور تمہارے گھر کے اندر کام کر رہے ہیں، ان کو تم کھانے سے محروم کر رہے ہو، ان کو ایک وقت کا کھانا بھی تمہارے گھر میں نصیب نہیں ہے۔ یہ بہت بری بات ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین کھانا، اس دعوت کا کھانا ہے اس میں ان لوگوں کو روکا جائے جو اس دعوت میں آنا چاہتے ہیں، اور ان لوگوں کو اس دعوت میں بلایا جائے جو اس دعوت میں آنے سے انکار کریں، یعنی دولت مند لوگ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

***
*

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب سے افضل عمل کونسا ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم
تاریخ	:	۲۹/ مئی ۱۹۹۲ء
بروز	:	جمعہ
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب سے افضل عمل کونسا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

کتاب ریاض الصالحین

''ریاض الصالحین'' جو احادیث کی کتاب ہے جو ہم یہاں پڑھتے ہیں یہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جس میں مختلف موضوعات پر مختلف ابواب کے تحت احادیث جمع کی ہیں۔ اب آگے ایک نیا باب قائم کیا ہے۔ ''باب'' فی بیان کثرۃ طرق الخیر'' جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ باب اس بات کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ نیک کاموں کے طریقے بہت زیادہ ہیں۔ نیکیوں کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کے ذریعہ ترغیب دے رہے ہیں کہ نیک اعمال کے جتنے طریقے ہیں ان سب

کو اختیار کرنے کی کوششیں کرنی چاہئے۔

اس باب کی اہمیت

یہ باب ہمارے اور آپ کے لئے اس لئے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ بعض نیک اعمال تو وہ ہیں جنھیں ہر شخص نیک عمل سمجھتا ہے اور حتی الامکان اس نیک عمل کو کرنے کی کوشش بھی کر لیتا ہے ___ لیکن عام طور پر ہم لوگوں نے نیکی کو انہی کے اندر منحصر سمجھ رکھا ہے ___ مثلاً نماز پڑھنا ہے۔ اب آدمی سمجھتا ہے کہ یہ نیک کام ہے، یا قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے، تسبیحات پڑھنا ہے، یہ سب کام وہ ہیں جن کو ہر آدمی نیک کام سمجھتا ہے اور کوئی آدمی یہ کام کر رہا ہو تو دیکھنے والا یہ کہتا ہے کہ یہ بڑا اچھا کام کر رہا ہے اور اگر کسی شخص کو ان نیک کاموں کے کرنے کی توفیق نہیں ہو رہی ہے تو وہ بھی اس بات کی حرص کرتا ہے کہ مجھے بھی یہ نیک کام کرنے کی توفیق مل جائے۔

ہر کام نیکی بن سکتا ہے

لیکن بہت سے کام وہ ہیں جو نیکیوں والے کام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال ہیں۔ لیکن لوگ ان کو نیک کام نہیں سمجھتے اور نہ ان کو کرنے کا اتنا اہتمام کرتے ہیں جتنا ان ظاہری نیک کاموں کو کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ نیکی کو کسی خاص جہت میں منحصر مت سمجھو کہ بس نیکی یہی ہے۔ کوئی دوسرا کام نیکی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نیک کام کا معاملہ یہ ہے کہ صبح سے لے کر شام تک کی زندگی میں کوئی

مرحلہ ایسا نہیں آتا جس میں کسی نہ کسی نیک کام کا موقع نہ ہو۔

ہر کام میں نیکی کا پہلو تلاش کرو

آدمی صبح کے وقت گھر سے روزی کی تلاش میں نکلتا ہے تو وہ آدمی جس، جس مرحلے سے گزرتا ہے ان تمام مراحل میں نیکی کرنے کے مواقع موجود ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ بس صبح کو فجر کی نماز کے لئے مسجد چلے گئے اور وہاں پر نماز پڑھ لی۔ اور نیک کام کرلیا یا فجر کے بعد تھوڑی دیر تلاوت اور ذکرواذکار کرلیا تو بس نیکی ہوگئی ___ ایسا نہیں ___ بلکہ ساری زندگی نیکی کی متقاضی ہے۔ اور ہر وہ کام جو انسان کر رہا ہے اس میں وہ نیک پہلو تلاش کرسکتا ہے۔ یہ اس باب کو یہاں لانے کا مقصود ہے۔ اور اس بارے میں مختلف احادیث اس باب میں لائے ہیں۔ پہلی حدیث یہ لائے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدَبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ: اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهٖ. قُلْتُ: اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَ اَكْثَرُهَا ثَمَنًا. قُلْتُ: فَاِنْ لَمْ اَفْعَلْ: قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ. قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ، قَالَ: تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلٰی نَفْسِكَ.

(صحیح بخاری، کتاب العتق، باب أي الرقاب أفضل؟ حدیث نمبر ۲۵۱۸)

(ریاض الصالحین باب فی بیان کثرة طرق الخیر حدیث نمبر ۱۱۷)

مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف جوابات

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ افضل ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ سب سے افضل عمل ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ اور اس کے راستے میں جہاد کرنا ــــــ یہاں یہ بات عرض کردوں کہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع پر یہ سوال کیا ہے کہ یا رسول اللہ کونسا عمل افضل ہے؟ ــــ آپ نے کہیں کوئی جواب دیا۔ کہیں کوئی جواب دیا۔ جیسے یہاں آپ نے یہ جواب دیا کہ ''ایمان باللہ، اور جہاد سب سے افضل عمل ہے۔ کسی کو آپ نے یہ جواب دیا کہ والدین کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک سب سے افضل عمل ہے۔ کسی کو آپ نے یہ جواب دیا کہ سب سے افضل عمل یہ ہے کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔ یعنی ہر وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ غرض مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جوابات دیئے۔

مختلف لوگوں کے لئے حکم مختلف ہوتا ہے

مختلف جوابات اس لئے دیئے کہ ہر موقع کا حکم مختلف ہوتا ہے، ہر انسان کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ کسی انسان کے لئے افضل عمل یہ قرار پایا کہ وہ والدین کی اطاعت کرے۔ والدین کی خدمت کرے۔ کسی انسان کے لئے افضل عمل یہ قرار پایا کہ اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔ کبھی زبان

ذکر سے غافل نہ ہو۔ بہر حال مختلف افراد کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر شخص کے لئے الگ حکم ہوتا ہے۔ سب کے لئے ایک جامع اور مانع حکم نہیں بتایا جاسکتا کہ سب کے لئے فلاں عمل سب سے افضل ہے۔

شیخ کی ضرورت اور اس کی اہمیت

اسی لئے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ شیخ بتاتا ہے کہ کس شخص کے لئے افضل عمل کونسا ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ تمہارے حالات کے مطابق، تمہاری ضروریات کے مطابق سب سے افضل کونسا ہے ___ جیسے ایک شخص ہے جو نمازیں بھی پڑھتا ہے، روزے بھی رکھتا ہے، تلاوت بھی کرتا ہے، ذکر بھی کرتا ہے۔ لیکن والدین کے ساتھ اس شخص کا برتاؤ اچھا نہیں ہے۔ وہ والدین کی بات نہیں مانتا، ان کی عزت نہیں کرتا۔ ان کی تعظیم نہیں کرتا۔ ان کے جو حقوق ہیں وہ ادا نہیں کرتا ___ ایسا شخص جب یہ سوال کرے گا کہ افضل عمل کونسا ہے؟ تو اس شخص کو یہی جواب دیا جائے گا کہ تیرے لئے افضل عمل یہ ہے کہ تو والدین کی اطاعت کرے۔ ایک شخص ہے جو باقی سارے اعمال تو صحیح طور پر انجام دیتا ہے لیکن ذکر اللہ کی طرف مائل نہیں ہے۔ تو اگر وہ سوال کرے کہ میرے لئے افضل عمل کونسا ہے؟ اس کو یہی جواب دیا جائے گا کہ تمہارے لئے ذکر اللہ سب سے افضل عمل ہے ___ بہر حال، حالات انسان کے مختلف ہوتے ہیں، مواقع مختلف ہوتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے افضل عمل بھی بدلتا رہتا ہے۔

اس شخص کو ذکر سے روک دیا

اگر آدمی خود اپنی تجویز سے اور اپنے ذہن سے اپنے لئے افضل عمل اختیار

کرلے کہ میرے لئے یہ عمل بہت اچھا ہے۔ لہٰذا میں یہ عمل کیا کروں گا۔ اس کے نتیجے میں انسان کے بہک جانے کے خطرات ہوتے ہیں۔ اس لئے شیخ کی ضرورت ہے۔ وہ شیخ بتاتا ہے کہ تمہارے لئے افضل یہ ہے ___ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو لوگ اپنی اصلاح کے لئے آیا کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ الگ معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک صاحب ذکر بہت کیا کرتے تھے۔ جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وہ صاحب اپنی اصلاح کے لئے گئے تو حضرت والا نے ذکر تقریباً چھڑوا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ذکر کرنا چھوڑ دو ___ دوسرے کام کرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ شخص جو ذکر کر رہا ہے۔ اس ذکر کے ساتھ اس کے دل میں یہ خناس پیدا ہو رہا ہے کہ میں بڑا ذاکر اور بڑا عابد اور زاہد بن گیا ہوں۔ ایسی صورت میں ذکر کی کثرت فائدہ دینے کے بجائے الٹا نقصان کر جاتی ہے۔ جتنا ذکر کرے گا۔ اتنا ہی دل میں عجب اور تکبر پیدا ہوگا۔ اس لئے آپ نے اس سے ذکر چھڑوا دیا۔ بہر حال ہر انسان کے لئے حکم الگ الگ ہوتا ہے۔

مجلس میں ذکر نہ کرنا چاہئے

اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کسی مجلس میں انسان بیٹھا ہو اور مجلس میں دین کی باتیں ہو رہی ہوں۔ اور یہ سن رہا ہو تو اس وقت افضل ترین عمل یہ ہے کہ دین کی بات کو سنے۔ اور توجہ کے ساتھ سنے۔ اس وقت ذکر کرنا اچھا نہیں ہے ___ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم دین کی باتیں تو سن رہے ہیں، کوئی اور کام تو نہیں کر رہے۔ چلو بیٹھے بیٹھے ذکر ہی کرلیں ___ لیکن بزرگوں نے اس سے

منع فرمایا کہ جب مجلس کے اندر دین کی باتیں ہو رہی ہوں، قرآن حدیث کی باتیں ہو رہی ہوں، دین کے احکام بیان کئے جا رہے ہوں، اس وقت میں ذکر میں مشغول نہ ہوں۔ زبان سے بھی ذکر نہ کریں۔ بلکہ اس وقت افضل عمل یہ ہے کہ دین کی بات غور سے سنو ــــ اب کوئی اعتراض کرے کہ ہمیں ذکر سے روک دیا۔ بھائی! ذکر سے نہیں روکا، بلکہ بے موقع ذکر کرنے سے روک دیا ہے۔ یہ موقع ذکر کرنے کا نہیں ہے، یہ موقع اس کا ہے کہ دین کی بات غور سے سنو اور عمل کی نیت سے سنو اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ بہر حال ہر ایک کے حالات مختلف ہوتے ہیں، ہر ایک کے معاملات مختلف ہوتے ہیں۔ ماحول مختلف، واقعات مختلف اور انسان مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کے لئے حکم بھی مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے شیخ بتاتا ہے کہ تمہارے لئے افضل عمل کونسا ہے۔

ہر شخص کی اصلاح کا طریقہ علیحدہ ہے

اس لئے شیخ کا کام بڑا نازک ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ ہوتا تھا کہ اگر آپ نے دیکھا کہ کسی شخص کے دماغ میں تکبر ہے۔ تو اس شخص کے ذمے یہ ڈیوٹی لگا دی کہ مسجد میں جو نمازی آتے ہیں تم ان کی جوتیاں سیدھی کیا کرو۔ بس یہ کام کرو۔ اب ہر نماز کے بعد وہ صاحب لوگوں کی جوتیاں سیدھی کر رہے ہیں۔ نہ کوئی ذکر، نہ تسبیح، نہ کوئی وظیفہ۔ اس شخص کو جو کچھ ملنا ہوتا اس عمل سے مل جاتا تھا ــــ ایک صاحب کے بارے میں آپ کو معلوم ہوا کہ ان کے دماغ میں تکبر کے آثار ہیں۔ ان صاحب کے لئے آپ نے یہ تجویز کیا کہ تم نماز کے بعد مسجد میں کھڑے ہو

کر یہ اعلان کیا کرو کہ بھائیو: میرے اندر تکبر کی بیماری ہے۔ میرے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بیماری کو دور فرما دے۔ اب جب وہ شخص پہلے دن کھڑے ہو کر مسجد میں اعلان کرے گا اس وقت اس کے دل پر کیسے آرے چل گئے ہوں گے۔ اور انہی آروں نے اس بیماری کو جڑ سے نکال دیا ہوگا۔

اپنی مرضی سے علاج تجویز مت کرو

لیکن یہ سب کام بھی اپنی مرضی سے اور اپنی تجویز سے نہیں کرنے چاہئیں۔ کہ بس کتاب میں پڑھ لیا کہ حضرت حکیم الامت نے ایک صاحب کے لئے یہ علاج تجویز فرمایا تھا۔ اب خود بھی وہ علاج شروع کر دیا۔ مثلاً مسجد میں آنے والے نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کرنی شروع کر دیں ـــــ ایسا کبھی نہ کرو ـــــ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب تشریف لائے۔ ان کا والد صاحب سے اصلاحی تعلق تھا۔ انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں یہ بات پڑھ لی تھی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ علاج کسی کے لئے تجویز فرمایا۔ اب جناب انہوں نے بھی اس علاج پر عمل کرتے ہوئے مسجد میں آنے والوں کی جوتیاں سیدھی کرنی شروع کر دیں۔ کئی دن اس طرح گزر گئے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ ان صاحب نے یہ کام شروع کر دیا ہے ـــــ آپ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ تم ہرگز یہ کام مت کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اس کو کیوں منع کر دیا؟ آپ نے اس لئے منع کیا کہ اس شخص کو اس عمل سے فائدے کے بجائے الٹا نقصان ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ میں نے کتنی بڑی قربانی دی اور کتنا بڑا کام کر رہا

ہوں۔ اب بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہو رہا تھا۔ اس لئے والد صاحب نے اس سے وہ کام چھڑا دیا۔

ایسا شخص موت کے دہانے پر ہے

لہٰذا اپنی تجویز سے اپنی رائے سے کوئی علاج تجویز کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص بیمار ہو۔ اور کسی ڈاکٹر کے پاس جانے کے بجائے کتاب دیکھ کر اپنے لئے نسخہ تجویز کرے کہ فلاں ڈاکٹر نے فلاں کے لئے اس بیماری میں یہ علاج تجویز کیا تھا۔ لہٰذا میں بھی اپنا علاج اسی نسخہ کے مطابق کرلوں ___ ایسا شخص ہر وقت موت کے دہانے پر ہے۔ کسی بھی وقت مرسکتا ہے ___ اسی طرح جو شخص اسی قسم کی بیماریوں میں اپنی رائے سے علاج تجویز کرلے کہ میرے لئے بہتر راستہ یہ ہے تو اس شخص کے بارے میں خطرہ ہے کہ وہ غلط راستے پر پڑ جائے گا ___ آج دنیا کے اندر جو گمراہیاں پھیل رہی ہیں، کہیں کفر کی گمراہی، کہیں اعتقاد کی گمراہی، کہیں عمل کی گمراہی، کہیں بدعات کی گمراہی وغیرہ۔ ان سب کی بنیاد ''خود رائی'' ہے۔ کہ اپنے رائے سے ایک راستہ اختیار کرلیا۔

ہر شخص کو اس کے مناسب جواب دیا جارہا ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھئے۔ سارا قرآن کریم ان کے سامنے موجود، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ان کے سامنے موجود، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ان کے سامنے موجود، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کر رہے ہیں؟ وہ سب آنکھوں کے سامنے موجود، لیکن اس کے باوجود آپ سے سوال کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ!

میرے لئے افضل عمل کونسا ہے؟ اس لئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو علاج کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا ہے۔ اس لئے انہی سے پوچھنا ہے کہ ہمارے لئے کونسا طریقہ زیادہ مفید ہوگا ___ اب آپ نے کسی کو کوئی جواب دے دیا۔ کسی کو کوئی جواب دے دیا ___ اب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں تضاد ہے۔ کہ ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ افضل عمل ''ایمان لانا'' ہے۔ دوسرے کو فرمایا کہ افضل عمل جہاد کرنا ہے۔ کسی اور کو آپ نے فرمایا کہ افضل عمل والدین کی اطاعت ہے۔ اس طرح آپ کی باتوں میں تضاد پیدا ہوگیا ہے ___ اب ظاہر کو دیکھنے والا انسان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں میں تضاد سمجھے گا۔ لیکن جو حقیقت شناس ہے، وہ جانتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے مناسب جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کے حالات کے مطابق بات بتائی جا رہی ہے ___ اب یہاں اس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ سب سے افضل عمل ''ایمان باللہ'' اور اللہ کے راستے میں جہاد ہے۔

ایمان اور جہاد افضل عمل کیوں؟

کہنے کو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عمل بتائے۔ ایک ایمان اور دوسرے جہاد۔ لیکن اگر ذرا غور کرو تو اس میں سارا دین آگیا۔ اس لئے کہ یہاں قتال کا لفظ نہیں لائے بلکہ ''جہاد'' کا لفظ لائے۔ اور جہاد کے معنی ہیں۔ ''اللہ کے راستے میں کوشش کرنا''۔ یہ کوشش کسی ایک طریقے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ سارے اعمال دین میں اپنی اصلاح کی کوشش، اپنی بیماریوں کا علاج، یہ سب اس جہاد میں داخل ہے۔ اور باقاعدہ قتال کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے دوسرا سوال کیا کہ:

"قُلْتُ: اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا"

میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کونسے غلام کو آزاد کرنا سب سے زیادہ افضل عمل ہے؟ اس زمانے میں غلام ہوا کرتے تھے اور یہ معلوم تھا کہ غلام آزاد کرنا بڑے ثواب کا کام ہے ـــــ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو غلام اپنے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو اور جس غلام کی قیمت زیادہ ہو۔ ایسے غلام کو آزاد کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔

کسی مسلمان کی اس کے کام میں مدد کر دو

قُلْتُ: فَاِنْ لَمْ اَفْعَلْ: قَالَ: تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ

میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر میں یہ کام نہ کر سکوں؟ یعنی بہت اعلیٰ درجے کا غلام آزاد نہ کر سکوں تو پھر کونسا ایسا نیک عمل ہے جس سے مجھے فائدہ پہنچے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے نیکی کمانے کا راستہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کاریگر ہے، تم اس کے کام میں اس کی کچھ مدد کر دو۔ یا کوئی آدمی جب اس سے کوئی کام ٹھیک سے نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ ناواقف ہے، اناڑی ہے، نا تجربہ کار ہے، وہ کام کرنا چاہ رہا ہے، لیکن اس سے نہیں ہو رہا ہے تم اس کی مدد

کردو تو یہ تمہارے لئے باعث اجر وثواب ہے۔ اس سے اشارہ اس طرف فرما دیا کہ نیکی صرف ان اعمال کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جن اعمال کو لوگ عام طور پر عبادت سمجھتے ہیں۔ بلکہ اگر تم نے کسی مسلمان کی کسی کام میں مدد کر دی تو یہ بھی باعث اجر وثواب ہے۔ اس کو بھی معمولی کام نہیں سمجھنا چاہئے۔

اپنے شر سے دوسروں کو بچاؤ

قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ: اَرَاَيْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ: تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ. فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ.

میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں بعض اعمال سے عاجز ہو جاؤں۔ یعنی اپنی کمزوری کی وجہ سے بعض نیک اعمال نہ کر سکوں تو اس صورت میں کیا کروں؟ یعنی اعمال خیر تو بہت سارے ہیں لیکن اگر میں کمزور ہوں۔ میری ہمت اور حوصلہ کمزور ہے اسی کمزوری سے نیک اعمال زیادہ نہیں کر پا رہا ہوں تو پھر کیا کروں؟ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نیک عمل نہیں کر پا رہے ہو تو بھی تم اپنے آپ کو محروم نہ سمجھو۔ البتہ ایک کام کرلو۔ وہ تمہارے لئے جان کا صدقہ ہو جائے گا۔ وہ کام یہ ہے کہ تم اپنے شر سے دوسروں کو بچاؤ۔ یعنی اپنی ذات سے کسی انسان کو تکلیف پہنچنے سے پرہیز کرو۔ بس اس بات کا اہتمام کرلو کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے ___ نہ کسی عمل سے، نہ کسی بات سے، نہ کسی ادا سے دوسرے آدمی کو تکلیف پہنچے۔ تو یہ بھی اس کی جان کا صدقہ

ہے۔اس کے لئے باعث اجروثواب ہے۔

جانوروں کی تین قسمیں

اس کے ذریعہ معاشرت کا ایک اصول بتادیا کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کرے کہ میری ذات سے، میرے کسی عمل سے، میری کسی ادا سے کسی دوسرے کو کوئی ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچے۔ یہ آدمیت کا تقاضہ ہے ــــ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جانوروں کی تین قسمیں ہیں۔ جانوروں کی ایک قسم وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔نقصان بالکل نہیں پہنچاتے۔ جیسے گائے، بھینس، بکری وغیرہ کہ یہ جانور اپنے دودھ، اپنے گوشت اور اپنی کھال کے ذریعہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔نقصان کوئی نہیں دیتے ــــ دوسری قسم جانوروں کی وہ ہے جو تکلیف پہنچانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔وہ تکلیف ہی پہنچاتے ہیں۔ فائدہ کچھ نہیں دیتے۔ جیسے سانپ، بچھو کہ یہ تکلیف ہی دیتے ہیں۔ ان سے فائدہ کچھ نہیں۔ اور ایک قسم جانوروں کی وہ ہے جو کچھ فائدہ بھی پہنچاتے ہیں اور تکلیف بھی پہنچاتے ہیں۔

تم گائے بھینس ہی بن جاؤ

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم تو اشرف المخلوقات ہو، کم از کم تم کو گائے بھینس کے درجے میں تو ہونا چاہئے کہ تمہاری ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچے، نقصان نہ پہنچے ــــ اور اگر تم دوسروں کو تکلیف پہنچاؤ گے پھر تو تم سانپ اور بچھو بن جاؤ گے جو دوسرے کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ پھر تو تم میں اور

سانپ اور بچھو میں کوئی فرق نہیں رہے گا ــــ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ۔

آدمی بننا ہو تو یہاں آجاؤ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں اس بات کی تعلیم و تربیت سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ صوفی بننا ہو یا درویش بننا ہو تو کہیں اور چلے جاؤ ــــ آدمی بننا ہو تو یہاں آجاؤ۔ آدمی کا کام یہ ہے کہ اپنی ذات سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ دے۔ لہٰذا کوئی اذیت دینے والا کام نہ کرو۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کوئی اور نفلی عمل جو موجب اجر و ثواب ہو، وہ تم نہیں کر پا رہے ہو، تم سے تلاوت نہیں ہو رہی ہے، ذکر اور تسبیحات نہیں ہو رہی ہے تو کم از کم تم اپنے آپ کو دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے باز رکھو۔ اس کا اہتمام کر لو ــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ــــ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

***

*

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مدارسِ دینیہ کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولوی خلیل الرحمٰن وزیرستانی صاحب

درجہ تخصص فی الدعوۃ

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط وترتیب	:	مولوی خلیل الرحمٰن وزیرستانی صاحب
تاریخ	:	۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
مطابق	:	۲۳/ مارچ ۲۰۱۴ء
بروز	:	اتوار
مقام	:	جامع دارالعلوم کراچی

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ (۲۳ر مارچ ۲۰۱۴ء) اتوار کے روز جامعہ دارالعلوم کراچی میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت ''تحفظ مدارس دینیہ'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی تھی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اس موقع پر چشم کشا اور بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا، جسے مولوی خلیل الرحمٰن وزیرستانی، درجہ تخصص فی الدعوۃ نے قلم بند فرمایا، یہ خطاب ہدیۂ قارئین ہے۔---------------------------(میمن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مدارسِ دینیہ کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰى كُلِّ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

معزز علماء کرام، عزیز طلباء اور معزز حاضرین ــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم الشان اجتماع میں مجھ سے پہلے بڑے مفید اور گراں قدر بیانات ہو چکے ہیں اور ہم نے جو وقت اجتماع کا مقرر کیا تھا، ہم اس سے بھی آگے جا چکے ہیں، لہٰذا مجھے کسی طویل بیان کیلئے حاضر ہونے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن محض تعمیل حکم کیلئے چند کلمات بطور نکتہ نگاہ مختصر وقت میں عرض کرنا چاہتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ صدق واخلاص کے ساتھ انہیں کہنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دینی مدارس کا تحفظ ہم سب پر فرض ہے

پہلا نکتہ یہ ہے کہ مجھ سے پہلے جو حضرات دینی مدارس کی خدمات کا، اس کی ضرورت کا، اور اہمیت کا اظہار فرما چکے ہیں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں، درحقیقت یہ خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ جس شخص کو،

جس ادارے کو، اور جس گروہ کو اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی خدمات آنکھوں سے نظر آتی ہیں۔ وہ خدمات اعتراف کی محتاج نہیں ہوتیں۔ یہ نکتہ بھی تقریباً سب ہی نے بیان کیا کہ ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ دینی مدارس کا تحفظ، ان کا دفاع اور ہر قیمت پر انہیں باقی رکھنے کی کوشش ہم سب کا فرض ہے جو ان شاء اللہ ہم مرتے دم تک جاری رکھیں گے اور یہ بات بھی تقریباً سب ہی نے بیان فرمائی ہے اور میں پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھروسے پر ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہزار پروپیگنڈے کئے جائیں، ہزار سازشیں کی جائیں، یہ دینی مدارس اور ان کا تعلیم وتعلم کا فریضہ ان شاء اللہ باقی رہے گا، کوئی طاقت اس کو ختم نہیں کرسکتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں ہے، مدرسہ کسی مخصوص جگہ کا نام نہیں ہے، مدرسہ استاد اور شاگرد کا نام ہے، جہاں استاد اور شاگرد بیٹھ جائے، وہی مدرسہ ہے:

میں جہاں بیٹھ کے پی لوں، وہی مے خانہ بنے

یہ مدرسہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انار کے درخت کے نیچے شروع فرمایا تھا، ہماری تاریخ وہاں سے شروع ہوتی ہے، لہٰذا ان شاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو گزند نہیں پہنچا سکتی۔

ہمیں اپنے گریبان کی طرف جھانکنا چاہیے

دوسرا نکتہ میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ دوسری کوئی طاقت تو ان شاء اللہ گزند نہیں پہنچا سکتی لیکن اگر ہم خود اپنے آپ کو گزند پہنچانے پر آمادہ ہوجائیں

تو پھر اس کی ذمہ داری کسی دوسرے پر نہیں بلکہ خود ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :

مَآ أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (الشوریٰ:۳۰)

(تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے)

اس طرح کے اجتماعات میں محض اپنے فضائل ومناقب بیان کر لینا کافی نہیں، بلکہ اس طرح کے اجتماعات میں اپنی کمزوریوں کو بھی دیکھنا چاہیے اور اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ کہیں ہماری کوئی کمزوری، ہماری خودکشی کا سبب نہ بن جائے، لہٰذا اگر کوئی شخص ہمیں یہ طعنہ دیتا ہے کہ تم رجعت پسند ہو، تم گھڑی کی .ئی کو پیچھے لے جانا چاہتے ہو تو الحمد للہ اس کا جواب ہمارے پاس موجود ہے، ،وئی ہمیں یہ طعنہ دیتا ہے کہ تمہارا نصابِ تعلیم کمزور ہے، اس کا جواب بھی .مارے پاس موجود ہے، کوئی ہمیں یہ طعنہ دیتا ہے کہ تم قرآن وسنت کی چودہ سو سال پہلے کی بات کرتے ہو تو ہم اس کا جواب دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ لیکن اگر کوئی ہمیں یہ طعنہ دے کہ تمہارا مالیاتی نظام خیانتوں پر مشتمل ہے، تمہارا مالیاتی نظام سادہ نہیں اور خدانخواستہ یہ بات واقعۃً حقیقت کے طور پر ثابت ہو جائے تو ،س کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں، اگر کوئی ہمیں یہ طعنہ دے کہ تمہارے مدرسوں کے دامن میں غیر ملکی سازشوں کے تحت ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو اسلام کی غلط نمائندگی کرتے ہیں، تو اس طعنے کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

مولانا فضل الرحمن صاحب نے صحیح فرمایا کہ اس موقع پر ہمیں یعنی اساتذہ

اور طلبہ کو احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے، جو کچھ ہم باہر کہہ رہے ہیں ہماری درسگاہوں کے اندر بھی ہمیں وہی بات کہنی چاہیے، استاد، طالب علم اور مدرسے کی انتظامیہ میں یک جہتی ہونی چاہیے، ایک سمت کا تعین کر کے اس طرف چلنا چاہیے۔

ہمارا مقصود خالص اللہ کی رضا ہو

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ ان مدارس کی کامیابی اور ان کا بار آور ہونا درحقیقت اس پر موقوف نہیں ہے کہ ان کا نصاب کیسا ہے؟ نصاب اگرچہ بہت اہم چیز ہے لیکن موقوف علیہ نہیں ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ پڑھنے اور پڑھانے والے کے دل میں اللہ کی رضا کی طلب ہے یا نہیں؟ اخلاص ہے یا نہیں؟ اگر اخلاص ہوتو ایک معمولی درجے کی کتاب سے بھی انسان نور حاصل کر لیتا ہے اور اگر خدانہ کرے اخلاص نہ ہوتو کتنے علوم پڑھا دو، مگر اس کا کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطبی پڑھایا کرتے تھے، حضرت شیخ الہند اپنے دور میں شیخ الحدیث کے طور پر جانے جاتے تھے، میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا ہر روز شام کو عصر کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جانے کا معمول تھا، لوگ کھیل کود میں جایا کرتے تھے، حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تشریف لے جایا کرتے تھے، تو اس زمانے کی بات حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ قطبی پڑھاتے تھے، پتہ

نہیں کتنی پرانی بات ہوگی، فرمایا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ قطبی کا درس دے رہے
تھے، ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت میرے والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا
ہے آپ ان کے لئے ایصال ثواب فرمادیں، تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے طلبہ سے
کہا، بھائی دیکھو یہ جو قطبی پڑھ رہے ہو اس کا ثواب ان کے والدین کو پہنچادو،
طلبہ حیران ہوگئے کہ بھلا قطبی کا بھی ایصال ثواب ہوتا ہے۔ ایصال ثواب تو
تلاوتِ قرآن کا اور بخاری کے ختم کا یا ان جیسی عبادات کا ہوتا ہے۔ تو حضرت شیخ
الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں
کہ اگر دل میں اخلاص ہو تو جس طرح بخاری شریف، اگر اللہ کے دین کیلئے اور
اللہ کی رضا کی طلب کے لئے پڑھنے پہ ثواب ملتا ہے، اس طرح قطبی کو بھی اللہ کی
رضا کے تحت پڑھنے پہ ثواب ملے گا، لہٰذا اگر بخاری کا ایصال ثواب ہوسکتا ہے تو
قطبی کا بھی ایصال ثواب ہوسکتا ہے۔

لہٰذا ہم اگر اپنی دینی ضرورت کے تحت عصری علوم کو بھی اپنے نصاب میں
شامل کریں اور کر رہے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو، اللہ تعالیٰ کے
دین کی خدمت مقصود ہو اور امت اسلامیہ کی خدمت مقصود ہو، تو ان شاء اللہ اس
پر بھی ہمیں ویسا ہی اجر ملے گا جیسا کہ ہمیں قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے پر
اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اجر ملنے کی امید ہے۔

اصل چیز اخلاص ہے، کوئی ہزار طعنے دے یا کوئی ہزار اعتراض کرے، یہ
اعتراضات اور یہ طعنے تو ایک داعیٔ حق کے گلے کے ہار ہیں، یہ اس کے لئے
زیور ہیں، اس طرح کے اعتراضات اور طعنے ہمیشہ پیغمبروں کو بھی ملتے رہے۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمیں نہ ان طعنوں کی پرواہ کرنی چاہیے نہ کسی کی مدح وتعریف پر خوش ہونا چاہیے۔ اگر ہم کوئی بات بیان کریں یا کوئی خدمت سرانجام دیں تو اس پر یہ امید نہیں رکھنی چاہیے کہ لوگ ہماری تعریف کریں گے، لوگ ہمارے ہاتھ چومیں گے یا ہمیں اعلیٰ درجے کے القابات سے نوازیں گے بلکہ ان خدمات اور کاموں سے اصل مقصود صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا جوئی ہو، یہ اخلاص اگر ہوگا تو ان شاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ہماری منزل مقصود ایک ہونی چاہیے خواہ طریقہ کار مختلف ہو

مولانا فضل الرحمن صاحب نے بڑی اچھی بات بیان فرمائی "کہ سیاست کو دین سے الگ سمجھنا درست نہیں اور نہ یہ سمجھنا درست ہے کہ مدرسہ اور سیاست میں تضاد ہے، اس لئے کہ سیاست بھی دین کا ایک عظیم شعبہ ہے اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نے فرمایا کہ دین کے جو مختلف شعبے ہیں ان میں سیاست بھی ایک اہم شعبہ ہے، یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس سے کوئی بھی شخص جو دین کی صحیح سمجھ بوجھ رکھتا ہو انکار نہیں کرسکتا، مجھ جیسا طالب علم جس کی ساری عمر پڑھنے پڑھانے میں گزری، اس نے بھی سیاست کے موضوع پر ایک کتاب "اسلام اور سیاسی نظریات" لکھدی ہے اور اس کا ایک نسخہ مولانا فضل الرحمن صاحب کی خدمت میں بھی پیش کیا تھا۔ سیاست کا دین کا لازمی حصہ ہونا ایک مسلم بات ہے۔ اس میں کسی اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ تقسیم کار کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں، تقسیم

کار کے تقاضے یہ ہیں کہ ہم سب کا مقصد تو ایک ہو، لیکن ہمارا دائرہ کار مختلف ہو، تو اس صورت میں دونوں کے تقاضوں میں جو فرق آجاتا ہے اسے تضاد پر محمول کرنا بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ ہم نے دارالعلوم کے قواعد وضوابط میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہاں رہتے ہوئے طالب علم کا سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا ممنوع ہے، اس کو یہ سمجھنا کہ یہ سیاست کو دین سے خارج کرنے والی بات ہے صحیح نہیں، بلکہ یہ ضابطہ صرف اس لئے ہے تاکہ تقسیم کار کا اصول برقرار رہے۔ تقسیم کار کے اصول کے تحت جو ہم باہمی تعاون کا کام کریں گے وہ سب دین کی خدمت شمار ہوگا، مثلاً جب کوئی شخص جہاد پر جاتا ہے تو کوئی تلوار اٹھاتا ہے، کوئی توپ داغتا ہے، کوئی ان کے لئے کھانا پکاتا ہے، کوئی ان کے لئے راحت وآرام کے انتظام کرتا ہے، یہ سب جہاد میں شریک ہیں، کیونکہ مقصد ایک ہے، لیکن تقسیم کار کے تحت مختلف فرائض مختلف افراد انجام دیتے ہیں۔ اس کے تحت ہماری گذارش یہ ہے کہ مدرسہ اور وفاق المدارس کو خالص تعلیم وتدریس کے ساتھ مخصوص سمجھا جائے اور اگر یہ صرف تعلیم وتدریس میں مشغول ہیں، اور سیاسی سرگرمیوں کے اندر خود داخل نہیں ہوتے، تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ سیاست کو دین سے الگ سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ وفاق المدارس کی چھتری کو قائم ودائم رکھے

بہرحال یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ وفاق المدارس کی چھتری کے نیچے مختلف جماعتیں جمع ہیں جو بعض اوقات ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے کی بھی

روادار نہیں ہوتیں ، اور جن کے آپس میں تنازعات بھی ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے وفاق المدارس کی شکل میں ہمیں ایک ایسی چھتری عطاء فرمادی ہے جن کے نیچے ساری جماعتیں جمع ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس چھتری کو قائم ودائم رکھیں ، اللہ تعالیٰ اس میں ترقی عطا فرمائے ۔ حقیقت یہ ہے کہ وفاق المدارس کو فعال بنانے ، اس کو سرگرم کرنے اور اس کے نتائج بہتر ظاہر کرنے کیلئے ہمارے استاد گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ دامت برکاتہم کا وجود اور ان کی کوششوں کو بہت اہمیت حاصل ہے استاد محترم کی یہ کاوشیں ہمارے لئے سرمایۂ افتخار ہیں ۔ اسی طرح وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف بر مدھری ، اللہ تعالیٰ انکی عمر اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے ، وفاق المدارس کو اس درجے تک پہنچانے میں ان کی انتھک کوششوں کا بھی بہت بڑا دخل ہے ، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بہتر جزا عطا فرمائے ۔

میں اس موقع پر ان تمام طلبہ کو جنہوں نے پوزیشن حاصل کرنے پر انعامات حاصل کئے ہیں یا سند افتخار لی ہے ان سب کو ، ان کے اساتذہ کو ، ان کے والدین کو ، ان کے مدارس اور ان کے تمام رشتہ داروں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ، اس کے ساتھ اس عظیم اور منظم اجتماع کے انعقاد پر وفاق المدارس کے تمام منتظمین ، دارالعلوم کے رفقاء کار کو جنہوں نے اس میں بھرپور تعاون کیا اور تمام حاضرین کا جنہوں نے تشریف آوری سے اس اجتماع کو کامیاب بنایا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس اجتماع کو ہم سب کے لئے خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے اور ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اجمالی فہرست

مکمل اصلاحی خطبات (بائیس جلدیں)

عنوانات	صفحہ نمبر

اصلاحی خطبات جلد (۱)

اصلاحی خطبات جلد (۲)

اصلاحی خطبات جلد (۳)

اصلاحی خطبات جلد (۴)

اصلاحی خطبات جلد (۵)

اصلاحی خطبات جلد (٦)

اِصلاحی خُطبَات جلد (۷)

اِصلاحی خُطبَات جلد (۸)

اِصلاحی خُطبات جلد (۹)

اِصلاحی خُطبات جلد (۱۰)

اِصلاحی خُطبات جلد (۱۱)

اِصلاحی خُطبات جلد (۱۲)

اصلاحی خطبات جلد (۱۴)

اصلاحی خطبات جلد (۱۵)

اِصلاحی خُطبات جلد (۱۶)

اصلاحی خطبات جلد (۱۷)

اصلاحی خطبات جلد (۱۸)

اصلاحی خطبات جلد (۱۹)

اِصلاحی خُطبات جلد (۲۰)

اِصلاحی خُطبات جلد (۲۱)

اصلاحی خطبات جلد (۲۲)

اِصلاحی خُطبات جلد (۲۳)

میمن اسلامک پبلشرز

E-mail : memonip@hotmail.com